وہ خار تھے کہ گلاب

Cliff Hanger (کلف ہینگر) کا لاسٹ شو دیکھ کر میں اور اسد جونہی پلازا سینما سے باہر نکلے بجلی کا کوندا سا لپکا اور ساتھ ہی بادل گرجنے کی آواز سنائی دی ہم دونوں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان سیاہ بادلوں کی لپیٹ میں تھا اور بارش برسنے کے لیے بالکل تیار فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی اور ہوا بند تھی اور جیسے ہی ہم سینما کے احاطے سے باہر آئے بوندوں نے ٹپاٹپ برسنا شروع کر دیا۔ میں نے جلدی سے جیکٹ کے کالر کھڑے کیے اور سرد ہوتے ہاتھوں کو پینٹ کی جیبوں میں گھسا لیا۔ اسد اسٹینڈ سے موٹر سائیکل لینے چلا گیا۔ موسم کے تیور دیکھ کر رش ایکا ایکی گھروں کو بھاگ نکلا۔ گاڑیاں موٹر سائیکلیں زوں زوں کرتی اندھیرے میں گم ہونے لگیں ورنہ اس شو کے دیکھنے والے ہمیشہ جلدی کے احساس سے عاری ہوتے ہیں فلم پر بھرپور تبصرے وہیں کھڑے کھڑے کیے جاتے ہیں سگرٹوں کے کش لیے جاتے ہیں اور پھر ٹہل ٹہل کر رستہ طے ہونے لگتا ہے لیکن آج ایک تو شام سے سردی بہت زیادہ تھی کچھ اس لیے بھی رش کم تھا دوسرے بارش شروع ہو گئی۔

''یار مجھے تو لگتا ہے ٹینکی میں پیٹرول بھی پورا پورا ہے۔'' اسد موٹر بائیک کو گھسیٹتے ہوئے میرے پاس آ کر بولا۔ اس کے منہ سے دھوئیں کا ایک مرغولا سا نکلا۔

''یار کوئی خیر کی خبر سناؤ۔ اتنی سردی میں تو پیدل چل کر ہماری قلفی جم جائے گی۔'' میں نے کپکپاتے ہوئے کہا۔

''چلو دیکھتے ہیں بیٹھو تو سہی۔ بارش تیز ہو رہی ہے۔'' اس نے بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا ''یہ بارش کو بھی آج ہی نازل ہونا تھا۔'' وہ بڑبڑایا۔

''اتنے دنوں سے تو لوگ مچل مچل کر دعائیں کر رہے تھے کہ دسمبر بھی خشک نکلا جا رہا ہے دھند اور پالے نے ساری فصلیں تباہ کر دی ہیں ان دعاؤں کا کچھ تو نتیجہ نکلنا تھا۔ اچھا ہے ہو گئی بارش۔'' میں

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

نے پیچھے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں اور یہ تو اور بھی بہت اچھا ہوگا جب آدھے راستے میں جا کر پیٹرول ختم ہو جائے گا پھر تم بارش کی افادیت اور ضرورت پر مزید روشنی ڈالنا میں بغور رحمت خداوندی کے فوائد سنوں گا۔'' اسد منہ بنا کر بولا۔

''تم چلو تو سہی اللہ مالک ہے۔ یار بڑی سردی ہے۔'' میرے منہ سے سسکی سی نکلی۔ موٹر سائیکل چلنے سے ہوا جیسے ہمارے وجود کے آر پار جانے لگی اوپر سے بارش بھی کچھ تیز ہوگئی تھی۔

''ایسی ویسی ذرا آگے آ کر بیٹھو تو لگ پتا جائے۔ مجھے لگتا ہے میرا منہ فریز ہو گیا ہے۔'' اسد نے موڑ مڑتے ہوئے کہا۔

''میں نے تو ابھی گھر جا کر بھی فریز ہونا ہے تم تو فوراً جا کر اپنے بستر میں گھس جاؤ گی اور میں تو.....آہ۔'' میرے منہ میں ٹھنڈی آہ نکلی۔

''کیوں تم نے کیا گائے بھینسوں کو نہلانا ہے جا کر جو یوں آہیں بھر رہے ہو۔'' اسد نے مذاق کیا۔

''کاش یہی کرنا ہوتا تمہیں نہیں پتا ابو جی۔'' میرا جملہ ابھی منہ ہی میں تھا کہ موٹر سائیکل ایک کریہہ چیخ مار کر خاموش ہوگئی اور اس کی اسپیڈ آہستہ آہستہ رینگنے سے بھی بدتر ہوگئی۔

''یہ کیا مذاق ہے جلدی کرو۔ دیر ہو رہی ہے۔'' مجھے اس وقت اس کا مذاق ذرا نہ بھایا۔ میں نے اس کے کندھے پر زور سے ہاتھ مار کر کہا۔

''یہ میری جان مذاق نہیں ہے پیٹرول ختم ہو گیا ہے اور اب بائیک کی لاش کو گھسیٹ کر لے جانا پڑے گا اب باران رحمت کا جی بھر کر شکر ادا کرو۔'' اسد نیچے اترتے ہوئے بولا۔

''کیا نہیں پلیز یہ تو نہ کہو۔'' میں امید بھری نظروں سے اسے بیٹھے بیٹھے دیکھ کر بولا۔

''کیا نہیں کہوں۔ جناب پیٹرول ختم ہو چکا ہے اب آپ نیچے تشریف لے آئیں اور خراماں خراماں اس سہانے موسم میں چلتے ہیں۔'' وہ سیٹ پر ہاتھ مار کر بولا۔

''اوہ میرے خدایا یہ سانحہ بھی ابھی رونما ہونا تھا۔'' میں نیچے اتر آیا۔

''اب۔'' میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ بارش سے ہمارے کپڑے تقریباً بھیگ چکے تھے۔

''اب پیدل مارچ۔'' اسد نے موٹر سائیکل گھسیٹا۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ میں ادھر گلیوں میں سے ہوتا ہوا شارٹ کٹ مارتا ہوں دس پندرہ منٹ

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

میں پہنچ ہی جاؤں گا۔'' میں نے نیچے جھک کر پینٹ کے پائنچے فولڈ کرتے ہوئے کہا۔

''کیا! بے مروت انسان تو کیا اس منحوس کے جنازے کو میں اکیلا لے کر جاؤں۔'' اس نے چیخ کر بائیک کی طرف اشارہ کیا۔

''آف کورس۔ میں اس وقت کوئی ہمدردی افورڈ نہیں کر سکتا۔ اوے میں اب چلتا ہوں جیتے رہے تو کل ملیں گے گڈ نائٹ۔'' میں ہاتھ ہلاتا ہوا تیزی سے دائیں طرف کی نزدیکی گلی میں گھس گیا۔

''عمر ذلیل آدمی اللہ کرے تیرے ابو جی آج تجھے لان میں مرغا بنا دیں ساری زندگی کے لیے اور کل تو کیا میں ساری زندگی اب تیرا یہ منحوس چوکھٹا نہیں دیکھوں گا۔ آنا تم کل نہ میں نے تمہیں ذلیل کیا تو پھر کہنا.....'' وہ پیچھے سے چیخ رہا تھا۔

میں نے اس کی فریاد پر قطعاً کان نہ دھرا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا رستہ طے کرنا لگا۔ ''یا اللہ ابو جی سو گئے ہوں'' میں نے سب سے غیر مقبول، دعا مانگی جس کے نہ قبول ہونے کا مجھے شک ہی نہیں یقین بھی تھا کیونکہ کراماً کاتبین کو تو نیند آ سکتی ہے مگر میرے اعمال نامے کو جانچے بغیر ابو جی کو نیند نہیں آ سکتی۔

میری اور بارش کی اسپیڈ میں مقابلہ تیزی سے جاری تھا اور جب میں گھر کے گیٹ کے پاس پہنچا میرے کپڑے مکمل طور پر بھیگ چکے تھے اور میرے دانت مارے سردی کے کٹ کٹ بج رہے تھے گیٹ کی مین لائٹس روشن تھیں میں نے گیٹ کی درز سے اندر جھانکا پورچ سے آگے برآمدے میں کوئی نہیں تھا میں نے شکر کا کلمہ پڑھا لیکن ابھی میرا سکھ بھرا سانس باہر بھی نہیں آیا تھا کہ ابو جی میرے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔

انہوں نے بایاں ہاتھ اونچا کر کے رسٹ واچ میں ٹائم دیکھا اور پھر دوسرے ہاتھ میں پکڑی چھڑی کو اپنی بائیں ٹانگ پر عادتاً مارا۔ میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا وہ میری خاطر تواضع کے لیے پوری طرح سے الرٹ تھے۔ وہ آہستہ آہستہ برآمدے میں ٹہلنے لگے اور میری نظریں ان کے ساتھ ساتھ ادھر سے ادھر منڈلانے لگیں کہ کب وہ تھک کر اندر جاتے ہیں اور کب میں گیٹ پھاند کر اندر جاتا ہوں لیکن میری یہ حسرت آدھ گھنٹے تک پوری نہ ہو سکی وہ گھڑی کے پنڈولم کی طرح ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہے تھے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ میں گیٹ پھاند کر جاتا بھی کہاں، ان کی چہل قدمی تو میرے کمرے کے آگے ہی ہو رہی تھی۔ بارش اسی رفتار سے جاری تھی اور میرا پورا وجود سردی سے کانپ رہا تھا دل میں اپنے اوپر سو بار لعنت بھیجی کہ میں کیوں گیا تھا یہ لاسٹ شو دیکھنے۔ شاید میں کھڑے کھڑے وہیں فریز ہو جاتا اگر آدھے گھنٹے بعد ابو جی ٹہلتے ہوئے گیٹ کی طرف نہ آ نکلتے۔ اب یقیناً وہ گیٹ کا لاک چیک

کرنے آرہے تھے میں ذرا سا دیوار کے ساتھ ہو کر کھڑا ہو گیا انہوں نے واقعی برستی بارش کی پروا کیے بغیر مین گیٹ کا لاک چیک کیا پھر کچھ خیال آنے پر انہوں نے چھوٹا دروازہ کھول دیا اور باہر کی طرف جھانکنے لگے میرے پاس بھاگنے کا بھی کوئی موقع نہیں تھا بس پتھر کے بت کی طرح کھڑے کا کھڑا رہ گیا وہ کچھ کھا جانے والی نظروں سے مجھے گھورتے رہے اور میں بارش کے ساتھ مارے شرم کے سر جھکائے قطرہ قطرہ بہنے لگا۔

''اندر دفع ہو۔'' انہوں نے ملامتی کڑک دار آواز میں کہا اور اندر کی طرف چل پڑے میں سر جھکائے کسی حوالاتی کی طرح ان کے پیچھے چل پڑا۔ مجھے پتا تھا باقی کلاس اندر جا کر ہو گی لیکن انہوں نے کمرے کی نوبت آنے ہی نہ دی اور برآمدے میں ہی مارچ پاسٹ روک کر کھڑے ہو گئے میں بھیگے مرغے کی طرح ان کے سامنے گردن نیچی کیے کھڑا ہو گیا۔

''کہاں سے آرہے ہو اس وقت۔'' انہوں نے چھڑی اپنی دائیں ران پر زور سے ماری۔

''وہ وہ اسد کو نمونیہ نہیں۔'' میرا حلق تر موسم میں بھی خشک ہوا جا رہا تھا میں نے لبوں پر زبان پھری ''اسد کو ایک حادثہ پیش آ گیا تھا۔'' بات بھی صحیح تھی اب تک اس غریب کو کوئی نہ کوئی حادثہ ضرور پیش آ گیا ہو گا۔

''اور تم اس کی رپٹ کرانے گئے تھے تھانے۔ ہے نا۔'' وہ گرجے۔

''نہیں وہ ہسپتال۔'' میں نے تھوک نگلا۔

''وہ ہسپتال میں تھا اور تم گورکن کا پتا کرنے گئے تھے'' اتنی ٹھنڈ میں بھی ان کا لہجہ چنگاریاں اڑا رہا تھا۔

''جی ہاں، جی نہیں۔'' میں نے بے بسی سے انہیں دیکھا ان کی تفتیش نے سردی کا احساس بھی ختم کر دیا تھا۔

''صحیح طرح سے بکواس کرو کونسی فلم دیکھ کر آرہے ہو۔'' ان کی ساری زندگی بڑے بڑے مجرموں سے سچ اگلواتے گزری تھی میں تو پھر ان کے ہاتھوں پلا ان کا بیٹا تھا۔ ان سے سچ کو کتنی دیر چھپاتا۔ اب نہ بتانا تھوڑی سی جرح کے بعد بتانا ہی پڑتا۔

''کلف ہینگر۔'' میرا سر مزید جھک گیا۔

''شرم کرو ڈوب مرو اس بارش کے پانی میں یہ بارش بھی تمہارے کرتوتوں کے آگے پانی پانی ہو جائے گی۔ اتنے ہٹے کٹے جوان ہو۔ حرام خوری ہڈیوں میں رچ بس گئی ہے۔ ابھی تو باپ کی کمائی پر تین ٹائم کھانے کو مل جاتا ہے کل کو میں نہ رہا تو سڑکوں پر بھیک مانگتے نظر آتے ہیں تم جیسے ہڈحرام، کھا کھا

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

کر ساری چربی دماغ کو چڑھ گئی ہے کچھ نہیں سوجھتا تمہیں۔''

وہ سونے والوں کی نیند کا لحاظ کیے بغیر تیز تیز چلتے ہوئے بلند آواز میں بول رہے تھے۔

''نوکری ہے تو وہ کوئی نواب صاحب کی ناک کے نیچے نہیں آتی کتنی مشکلوں سے اے ایس آئی کا انٹرویو کلیر کرایا تھا لاٹ صاحب لات مار کر چلے آئے اب کوئی منسٹری پلیٹ میں سجا کر تمہیں پیش کرے گا۔ دوست تو وہ زمانے بھر کے اوباش اور آوارہ۔ چن کر سارے شہر کے نکمے اور لوفر اکٹھے کر رکھے ہیں باپوں کا کھاتے ہیں اور ان کے سینوں پر مونگ دلتے ہیں۔

اے ایس آئی بھرتی ہوا تھا میں بھی ایس پی ریٹائرڈ ہوا ہوں جا کر میرا ریکارڈ کھنگالو کہیں جو ذرا کوئی پیشہ ورانہ بددیانتی کی ہو ہمیشہ حق حلال کمایا اور تمہیں ٹھونسا یا سوچتا ہوں کہاں مجھ سے بھول ہوئی جو تم جیسا ناحلف میرے گھر میں پیدا ہو گیا۔'' وہ سانس لینے کے لیے رکے۔

''کہیں تو ہوئی ہو گی اب پارسا بن رہے ہیں۔'' میں نے منہ میں بڑبڑایا۔

''جو بکواس کرنی ہے اونچی آواز میں کرو۔ منہ میں بڑبڑ کرنے کی ضرورت نہیں۔'' اس عمر میں بھی ان کی قوت سماعت بلا کی تیز تھی ''اور میں تمہارے باپ کا ملازم نہیں جو آدھی آدھی رات تک پہرے دوں آج تو میں نے دروازہ کھول دیا ہے آئندہ اگر اتنی دیر سے آئے تو ادھر کا منہ نہ کرنا شہر میں بہتیرے فٹ پاتھ رات کو خالی ہوتے ہیں اور دکانوں کے تھڑے بھی۔ سن لیا۔'' ہمیشہ کی طرح ان کی تان اسی دھمکی پر آن کر ٹوٹی جس کو وہ کبھی عملی جامہ نہیں پہنا سکے تھے۔

''ابو جی سردی لگ رہی ہے۔'' میں نے آواز میں زمانے بھر کی یتیمی سمو کر کہا جیسے ان کی پتا تڑپ ہی تو اٹھے گی۔

''جب آدھی رات تک فلمیں دیکھتے ہو سارے شہر کی سڑکیں ناپتے ہو زمانے بھر کی آوارگیاں کرتے ہو اس وقت سردی نہیں لگتی فضول گپیں ہانکتے سردی نہیں لگتی ہاہ ایس پی حیات احمد کا سپوت اور آوارہ گردیوں کا یہ حال کوئی شہر بھر میں کوتوال نہیں رہا تم جیسوں پر ہاتھ ڈالنے کے لیے۔ اپنی سردی کا اتنا خیال ہے اور جو بوڑھا باپ شام سے یہاں چوکیداری کر رہا ہے اس کی سردی کا کچھ خیال نہیں۔

ارے تم جیسی بے حس اولاد سے تو میں بے اولاد ہی ہوتا تو بھلا تھا۔ میری تو اللہ سے دن رات دعا ہے کہ وہ آخری وقت میں مجھے تم لوگوں کے پانی کے ایک چمچ کا بھی محتاج نہ کرے تم تو وہ بھی مجھے نہ پلاؤ گے۔ تمہیں تو آوارہ گردی لے بیٹھی دو سالوں سے مارے مارے پھر رہے ہو شہر بھر میں کوئی تمہیں نوکری نہیں دیتا۔ ان دونوں کی عقلیں ان کی بیویوں نے مار دیں۔ بڑے بڑے بیویوں کے

پیارے دیکھے پر ان دنوں سے کم، پچھتائیں گے اک دن دونوں اور تو جو یہ وقت کو یوں گنوار ہا ہے نا تو یاد کرے گا ایک دن باپ کی نصیحتوں کو......"

"ابو جی پلیز میں چینج کرلوں۔" اس سے پہلے کہ ان کا خود اذیتی کا لیکچر دراز ہوتا میں نے التجا کی۔

"ہاں اب باپ کی باتیں کہاں اچھی لگیں گی۔ معلوم ہے کیا وقت ہو رہا ہے۔"

"جی اب میں جاؤں۔" میں نے کہا اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ کیچڑ میں لت پت جوتے باہر اتار کر جاؤ اونٹ جتنا قدم اور عقل چیونٹی سے بدتر۔" انہوں نے پیچھے سے میرے لمبے قد پر چوٹ کی میں نے کمرے کی دہلیز پر رک کر کیچڑ سے بھرے بوٹ اتارے، سارے برآمدے میں کیچڑ سے نقش ونگار بن چکے تھے۔

میں نے کمرے میں جا کر جلدی سے الماری میں سے کپڑے نکالے اور باتھ روم میں گھس گیا۔ "آج نمونیہ نہیں تو بخار تو لازمی ہو جائے گا۔" نہا کر میں نے گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے سوچا ہیٹر چلانا چاہیے۔

"کچھ کھایا تھا تم نے۔" ابو جی کی اچانک آواز پر میں اچھل ہی پڑا۔

"جج جی نہیں۔" وہ ابھی تک جاگ رہے تھے امی! ہمیشہ کہا کرتی تھیں۔ "آخری عمر میں عورت کی نیندیں اچاٹ ہو جاتی ہیں اور مرد کو بے تحاشا نیند آتی ہے۔" مگر یہاں تو معاملہ بالکل الٹ تھا۔

"چلو آ کر کچن میں کچھ کھاؤ پہلے۔" انہوں نے آڈر دیا۔

"ابو جی اب ایک تو بج رہا ہے صبح کھالوں گا۔" میں منمنایا۔

"نہیں رات کو کیا خالی پیٹ سونا ہے اتنی لمبی رات ہے چلو آ کر پہلے کچھ کھاؤ۔" انہوں نے ان سنی کرتے ہوئے کہا تو میں طوعاً کرہاً ان کے پیچھے چل پڑا۔

اور حسب توقع کچن میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا ہاٹ پاٹ میں صرف دوپہر کی ایک روٹی پڑی تھی میں نے ابو جی کو دیکھا۔

"چار انڈوں کا آملیٹ بنالو۔ مجھے بھی سخت بھوک لگ رہی ہے میں ٹوسٹر میں سلائس سینک لیتا ہوں۔" انہوں نے کہہ کر فریج میں سے انڈے نکالے اور میرے آگے رکھ دیے میں کڑھ کر رہ گیا۔

"تبھی میرے کھانے پر اتنا اصرار ہو رہا تھا خود کو جو بھوک لگی ہوئی تھی۔" میں نے جلتے کڑھتے انڈے توڑ کر باؤل میں ڈالے اور کیبنٹ میں سے نمک مرچ کے ڈبے ڈھونڈنے لگا۔

☆☆☆

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

"عمر، عمر اٹھو نماز کا ٹائم ہو گیا ہے۔" ابھی شاید میں پہلی کروٹ پر ہی سویا ہوا تھا جب منہ اندھیرے ابو جی کی بلند آواز میرے کانوں میں پڑی، رات سوتے سوتے ہی دو بج گئے تھے اور اب پھر وہ میرے سرہانے کھڑے تھے۔

"اونہہ۔" سارا بدن درد سے دکھ رہا تھا میں نے کہہ کر کروٹ بدل لی۔

"نالائق اٹھو۔ اٹھ کر نماز پڑھو۔ شیطان کی پوجا پاٹ رات کے دو دو بجے تک کرتا ہے اور جو خدا بن مانگے صبح وشام تیری ضرورتیں پوری کرتا ہے اس کے لیے چند منٹ نہیں ہیں تیرے پاس۔" وہ بدستور میرے سر پر کھڑے تھے۔

"نہ کرے میری ضرورتیں پوری وہ۔ مجھے جو اس نے تخت سلیمانی کی شہنشاہیت بخش رکھی ہے میری طرف سے بھلے واپس لے لے۔ میں نماز پڑھنے اس وقت نہیں جاؤں گا۔" میں نے ذرا سا لحاف منہ سے ہٹا کر دوٹوک لہجے میں کہا اور دوبارہ سر لحاف میں دے دیا۔

"نعوذ باللہ۔ لاحول ولاقوۃ شیطان کی صحبت تو اچھے اچھوں کو راہ سے بھٹکا دیتی ہے تم کون سا انوکھا کہہ رہے ہو۔ اللہ تمہیں ہدایت دے نیکی کی۔ توبہ کرو اور اٹھ کر نماز پڑھ لو۔" اب کے ان کا لہجہ افسوس بھرا تھا۔

"سوری میں نے کہہ دیا۔ میں نہیں اٹھوں گا۔" میں نے ڈھٹائی سے کہہ کر تیسری بار کروٹ بدل لی۔ پھر انہوں نے دوبارہ کچھ نہ کہا اور تھوڑی دیر بعد باہر چلے گئے۔ پھر باہر کا گیٹ کھلنے اور تالا لگنے کی آواز آئی۔ وہ باہر جاتے وقت باہر سے تالا لگا جاتے تھے ان کے جانے کے بعد جیسے میری آنکھیں پٹ سے کھل گئیں اور پھر مجھے کتنی دیر تک نیند ہی نہ آ سکی اور پھر جیسے ہی دوبارہ میری آنکھ لگی وہ پھر میرے سر پر موجود تھے۔

"عمر چلو اٹھو۔ قبرستان جانا ہے رات کی بارش سے تمہاری ماں کی قبر کا کیا حال ہو گیا ہو گا چل کر دیکھتے ہیں۔" انہیں نیا آئیڈیا سوجھا تھا۔

"ایک مدت کے بعد تو انہیں قبر میں جا کر آپ کے ہاتھوں چین ملا ہے اب تو انہیں سکون لینے دیں۔" میں نے دل میں جل کر سوچا۔

"سنا نہیں تم نے، آ کے نیندیں پوری کر لینا۔" وہ کڑکے۔

"یا اللہ ابو جی آپ رات کو دو ڈھائی بجے سوئے ہیں اب صبح سے پھر آن ڈیوٹی ہیں۔ آپ یہ کیوں نہیں مان لیتے کہ آپ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں اور اب آپ کو آرام کرنا چاہیے۔" میں جھنجلا کر اٹھ بیٹھا۔

''آرام تو بیٹا جی ایک ہی دفعہ کریں گے یہ دنیا تو عمل کی جگہ ہے آرام کا مقام تو آگے ہے اور یہ ریٹائرڈ مٹ کوئی ریٹائرڈ منٹ ہے اس کا تو مطلب ہے کہ اتنا عرصہ جو ہم نے مسلسل عمل کرنے اور الرٹ رہنے کی جو ٹریننگ لی ہے اسے عملی زندگی میں لاگو کریں۔ بس اب بستر چھوڑ دو اور جلدی سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھو کر میرے ساتھ چلو۔ تمہاری ماں انتظار کر رہی ہوگی آج جمعہ ہے۔'' انہیں پتا تھا کہ ان کا یہ جذباتی جملہ مجھے ایک پل میں بستر سے اٹھا دے گا وہی ہوا میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ امی سے میں کس قدر قریب تھا یہ وہ اچھی طرح جانتے تھے اور جتنا میں ان سے الرجک تھا اب اتنا ہی وہ میرے گے پیچھے رہتے تھے۔

تھوڑی دیر میں تیار ہو کر ہم دونوں قبرستان کی طرف چل پڑے رات کو بارش سے واقعی قبر کی مٹی کافی بہہ گئی تھی گورکن کو انہوں نے پیسے دیے قبر کی لپائی کے لیے اور ہم فاتحہ پڑھ کر باہر نکل آئے۔

''سارا گھر مردہ خانہ بنا پڑا تھا۔ مجال ہے کوئی نو بجے سے پہلے اٹھ جائے نہ کسی کو نماز کی پرواہ نہ سحر خیزی کی۔ یہ مظہر اچھا بھلا جاگنگ کو جاتا تھا اب جب سے بیوی نے اندھا گونگا کیا ہے وہ بس اسی کے اشاروں پر ایکسرسائز کرتا ہے اور اظہر کی تو بات ہی جانے دو اس نے تو لٹیا ہی ڈبو دی ہے۔ اس کی تو کل کائنات وہ گوری میم یا اس کے دونوں بچے ہیں۔ سارا دن دفتر میں دونوں گزار آتی ہیں اور شام کو بن ٹھن کے سیر سپاٹے کو جا نکلتے ہیں گھر میں ہر طرح کا اناج ہوتے ہوئے بدنصیب ہوٹلوں میں دھکے کھاتے ہیں۔''

ابو جی کا من پسند ٹاپک شروع ہو چکا تھا اور میں امی کی یاد کے سحر میں چپ چاپ سب کچھ سن رہا تھا۔

''اگر میرا ڈنڈا سر پہ نہ ہو تو یہ گھر گھر ہی نہ لگے۔ ایک ٹائم کھانے کی رسم ادا کی جاتی ہے وہ بھی وہ منحوس بٹلر آتا ہے نمک مرچ گھول گھال کر پکا جاتا ہے اور وہ دونوں اسے میز پر سجانے کی زحمت کرتی ہیں اللہ کا شکر ادا کر کے کھا لیتے ہیں۔ کھانے تو تمہاری بہشتن ماں کے ہاتھوں کے ہوتے تھے جو کھاتا وہ انگلیاں چاٹتا رہ جاتا۔ میرے دوست بہانے بہانے سے مجھ سے دعوتیں کراتے تھے کہ بھابھی کے ہاتھ کے پکے کھانے تو ملیں گے۔''

حالانکہ امی کے سامنے ابو جی نے کبھی ان کی جھوٹے منہ تعریف نہیں کی تھی ہمیشہ کہتے تھے۔

''بانو تمہاری اتنی عمر ہو گئی ہے پر تمہیں کھانا پکانا نہ آیا۔ اگر جو تم نے میری ماں سے کھانا پکانا سیکھ لیا ہوتا تو آج کو تمہارے کھانوں میں بھی کچھ ذائقہ ہوتا۔'' تو امی بیچاری کڑھ کر رہ جاتیں اور اب ابو جی ہر وقت ان کے کھانوں کی تعریف کرتے رہتے تھے۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

ان کا لیکچر سعدیہ پھوپھو کے گھر کے دروازے کے پاس پہنچ کر ختم ہوا۔

''ابو جی۔'' میں نے احتجاجاً انہیں کہا۔

''اتنے دن ہو گئے ہیں بچوں کی خیر خبر لے چلتے ہیں۔'' انہوں نے جیسے مجھے سمجھایا اور کال بیل پر ہاتھ رکھ دیا اسی وقت مجھے تین چھینکیں آئیں اور ساتھ ہی ناک اور آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ لگتا تھا رات کی بارش کام کر گئی تھی۔ گیٹ عائزہ نے کھولا میرا منہ کڑوا ہو گیا۔

''اسلام علیکم ماموں جان۔'' رائل بلیو گرم سوٹ میں بنی ٹھنی وہ کہیں جانے کو تیار لگ رہی تھی ابو جی کو دیکھتے ہی اس نے چاپلوسی سے جھٹ سلام کیا۔

''وعلیکم اسلام جیتی رہو۔'' ابو جی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر جواب دیا تو اس نے پیچھے ہٹ کر ہمیں گزرنے کا راستہ دیا۔

''سعدیہ کہاں ہے۔'' ابو جی نے اندر جاتے ہوئے پوچھا۔

''امی کچن میں ہیں۔'' وہ پھوپھو کا جائے مقام بتا کر اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔ سعدیہ پھوپھو کچن میں ناشتہ بنا رہی تھیں ابو جی کو دیکھتے ہی کھل اٹھیں میں نے انہیں جتنی بے دلی سے سلام کیا انہوں نے اتنی ہی گرمجوشی سے مجھے اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کیا ہم وہیں کچن میں پڑے ٹیبل کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''بڑے دنوں بعد آئے بھائی جان۔'' وہ ہمارے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولیں۔

''میں تو پچھلے ہفتے بھی آیا تھا البتہ یہ نالائق شاید ایک عرصے کے بعد ادھر آیا ہے۔'' وہ میری عزت افزائی کرنا کہیں نہیں بھولتے تھے۔

''چلیں کوئی بات نہیں آیا تو سہی۔ اظہر اور مظہر کی تو میں صورتوں کو ترس گئی ہوں۔'' وہ اسی لگاوٹ سے بولیں۔

''اس میں ترسنے والی کی بات ہے وہ کون سا گورنر ہاؤس میں رہتے ہیں وہ نہیں آتے آپ آ کر ان سے مل لیا کریں پہلے بھی تو آتی تھیں۔'' میں نے روکھے لہجے میں کہا تو ابو جی نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں نظریں چرا گیا ساتھ ہی مجھے پھر سے تین چار اکٹھی چھینکیں آئیں۔

''لگتا ہے عمر بیٹا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' وہ میرے سرد رویے کی پرواہ کیے بغیر اسی محبت سے بولیں۔

''طبیعت خراب نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا رات رات بھر.....'' ابو جی نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''رات بھر کیا۔'' پھوپھو نے کچھ تجسس سے پوچھا۔

''پڑھتا رہتا ہے رات بھر انٹرویوز کی تیاری کے سلسلے میں۔'' شاید میں نے انہیں پہلی بار جھوٹ بولتے دیکھا تھا وہ بھی میرے لیے۔

''یہ عائزہ کہاں گئی ہے۔'' ابو جی نے پوچھا۔

''اندر کمرے میں تیار ہو رہی ہے۔''

''خیریت اس وقت کس لیے تیار ہو رہی ہے اور باقی تینوں بچے کہاں ہیں۔''

''عاقب تو سیر کے لیے جاتا ہے صبح کو۔ اس کا کالج دیر سے شروع ہوتا ہے باقی عمران اور فائزہ ابھی ابھی اسکول کے لیے نکلے ہیں۔ بھائی جان ناشتا بناؤں آپ کے لیے۔'' وہ اٹھ کر کھڑی ہوئیں۔

''ہاں کرتے ہیں ناشتہ بھی۔ تم نے بتایا نہیں عائزہ کس لیے تیار ہو رہی ہے۔''

''ماموں جی میں نے اسکول میں جاب کر لی ہے گھر سے تھوڑی دور ہے انگلش میڈیم اسکول ہے۔'' عائزہ نے اندر آتے ہوئے ابو جی کو جواب دیا۔

''ماموں جی وہ محاورہ تو آپ نے سنا ہوگا فارغ مباش کوئی کام کیا کر نے نہیں تو پرانے ادھیڑ کر سیا کر۔'' اس نے سیدھا سیدھا مجھے دیکھتے ہوئے چوٹ کی۔

''ہاں بالکل سنا ہے یہ نکموں کے لیے ہی ہے۔'' ابو جی نے بھی مجھے دیکھتے ہوئے کہا اس کی ہاں میں ہاں ملائی میں کڑھ کر رہ گیا۔

''تم کون سا توپ چلا رہی ہو دو چار سو کے لیے، طوطے کی طرح اے بی سی رٹوانا تمہیں ہی زیب دیتا ہے۔'' میں نے حقارت سے کہا۔

''تو آپ توپ چلا لیں جہاز اڑا لیں کچھ کریں تو سہی۔''

''عائزہ بیٹا اس سے غلیل سے فاختہ نہیں مرتی تم توپ چلانے کی بات کر رہی ہو۔ یہ جی رہے ہیں یہ کام ان کے نزدیک توپ چلانے کے برابر ہے۔'' ابو جی کے طنز پر میرا جی چاہا کہ میں مینار پاکستان سے کود جاؤں۔

''ہر وقت نہ بھائی جان بچے کو لعن طعن کرتے رہا کریں۔ مل جائے گی نوکری بھی آپ اس کا حوصلہ بڑھایا کریں۔'' پھوپھو نے پیڑے بناتے ہوئے میری سائیڈ لی۔

''ہونہہ حوصلہ۔'' میں بڑبڑایا۔ ''یہ دیں گے۔''

''لیکن عائزہ بیٹا تم نے کیا ایم ایس سی میں ایڈمیشن نہیں لینا تھا جو یہ نوکری کے چکروں میں پڑ گئی ہو۔'' وہ میری بڑبڑاہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے عائزہ سے بولے۔

''ماموں جی لے لوں گی ایڈمیشن بھی یہاں کون سی نوکریوں کی لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ ایم ایس سی کر کے بھی لوگ، دھکے کھا رہے ہیں میرے لیے تو یہی سبق کافی ہے۔ فی الحال میرا جاب کرنے کا موڈ ہے۔'' وہ لاپروائی سے بولی اور آملیٹ کے لیے ہری مرچیں کاٹنے لگی۔

''اور جو ماسٹر کر چکے ہیں انہیں دو چار سو کی بھی جاب نہیں مل رہی۔'' اس نے پھر مجھے نشانہ بنایا۔ ''ایک دو سال بعد لے لوں گی ایڈمیشن۔''

''ایک دو سال کی تمہاری نظر میں کوئی وقعت نہیں جاب کے لیے بھی ایج لیمٹ ہوتی ہے وہ تم ضائع کر دو گی۔'' بھانجی کے لیے ابو جی کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔

''نہیں ضائع ہوتے یہ سال۔'' وہ آملیٹ پھینٹتے ہوئے بولی۔

''سعدیہ تم سمجھاتی کیوں نہیں اسے۔'' ابو جی نے پراٹھا توے پر ڈالتی پھوپھو سے کہا۔

''چھوڑیں بھائی جان اس کو اپنی خواہش پوری کر لینے دیں۔'' پھوپھو کا لہجہ ٹالنے والا تھا۔

ابو جی بھی چپ کر گئے۔ تھوڑی دیر میں عائزہ نے ناشتہ ہمارے آگے رکھا۔ رات کا سالن گاجریں گوشت تھا ساتھ آملیٹ اور پراٹھے۔ ان کی خوشبو سے ہم دونوں کی بھوک چمک اٹھی۔

''امی میں جا رہی ہوں دیر ہو رہی ہے مجھے۔'' وہ باہر نکلتے ہوئے بولی۔ ''ناشتا کر جاؤ۔'' پھوپھو نے آواز لگائی۔

''میں نے فائزہ کے ساتھ کر لیا تھا۔'' اس نے شال اوڑھتے ہوئے کہا ''اچھا ماموں جی میں چلتی ہوں۔ آپ دوپہر تک رہیے گا۔ میری ایک بجے چھٹی ہوتی ہے۔''

''نہیں بیٹا بس میں تو تمہیں دیکھنے آیا تھا۔ یہ عمر تمہیں چھوڑ آتا ہے۔''

''نہیں ماموں جی اسکول زیادہ دور نہیں میں چلی جاؤں گی شکریہ۔ اچھا خدا حافظ۔'' وہ کہتی ہوئی بلیک کورٹ شوز کی ہیل کھٹ کھٹ کرتی باہر نکل گئی۔ ''ہونہہ پتا نہیں خود کو کیا سمجھتی ہے۔'' میں نے سر جھٹک کر سوچا اور ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

پھوپھو کے گھر سے ابو جی تو اپنے کسی دوست کی طرف چلے گئے اور میں گھر آ گیا اظہر بھائی نے دروازہ کھولا باقی شاید ابھی تک سو رہے تھے۔ میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ باہر اب ہلکی ہلکی دھوپ نکل چکی تھی اور آسمان بالکل صاف تھا لیکن مجھے سردی لگ رہی تھی میں کمرے میں جاتے ہی لحاف میں گھس گیا کتنی دیر تک بستر میں بھی ٹھٹھرتا رہا اوپر سے چھینکیں اور آنکھوں سے لگاتار پانی بہہ رہا تھا بخار اور فلو کا شدید حملہ ہو چکا تھا کافی دیر بعد میں یونہی کانپتے ہوئے سو گیا شاید دوپہر ہو گئی تھی جب ابو جی نے

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

اندر آ کر مجھے آوازیں دیں وہ یقیناً مجھے جمعہ کی نماز کے لیے اٹھانا چاہ رہے تھے۔

''عمر، عمر اٹھو۔ نماز کا وقت ہوا جا رہا ہے۔ خطبہ نکل جائے تو جمعہ کا سارا ثواب ختم ہو جاتا ہے چلو اٹھ جاؤ اب صبح سے سو رہے ہو۔'' جب میں ٹس سے مس نہ ہوا تو انہوں نے آگے بڑھ کر لحاف میرے منہ سے اتارا۔

''ابو جی! مجھے سردی لگ رہی ہے۔'' میں نے گردن اور تکیے میں گھسالی انہوں نے ہاتھ آگے بڑھا کا میرا ماتھا چھوا۔

''اوہ تمہیں تو بہت تیز بخار ہے لیٹے رہو تم نہ اٹھنا۔ میں ریاض کا پتا کرتا ہوں شاید ابھی گھر پر ہو۔'' وہ ڈاکٹر ریاض کا پتا کرنے چلے گئے۔ ہمارے گھر سے چوتھا گھر ان کا تھا تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر صاحب کو لے کر چلے آئے۔

''ویسے حیات یار تم ہر وقت لڑکے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رہتے ہو اور اب اسے معمولی بخار ہے اور تم نے میرے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے کپڑے بھی نہ بدلنے دیے وہ گھبراہٹ ڈالی میں سمجھا خدا نخواستہ عمر کو کیا ہو گیا۔ موسمی بخار اور فلو ہے۔ ٹھیک ہو جائے گا۔'' انہوں نے تھرمامیٹر میرے منہ سے لیتے ہوئے ابو جی سے کہا۔

''تمہیں معمولی نظر آ رہا ہے آنکھیں اور چہرہ دیکھو اس کا کیسے سرخ ہو رہے ہیں دھیان سے چیک کرو۔'' وہ خفا ہو کر بولے۔

''ہاں اب اس عمر میں مجھے دوبارہ سے تھرمامیٹر پڑھنا سکھاؤ گے تم۔ ایک سو دو بخار ہے اور تم نے واویلا مچایا ہوا ہے۔'' وہ تمسخر سے بولے ''یہ دوائیں لکھ رہا ہوں منگوا لو۔'' انشاء اللہ ایک دو دن میں بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔'' انہوں نے پیڈ پر پین گھسیٹتے ہوئے کہا۔

''ویسے عمر یار آج کل تمہارا کوئی انٹرویو تو نہیں کیونکہ زیادہ تر تم ان ہی دنوں میں بیمار پڑتے ہو۔'' انہوں نے لکھتے ہوئے ہاتھ روک کر مجھے کہا۔

''جی نہیں۔'' میں نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں یہ تو تم نے صحیح تشخیص کی ہے یہ عین انٹرویو والے دن بیمار پڑ جاتا ہے۔'' انہوں نے ڈاکٹر کی ہاں میں ہاں ملائی تو میں نے ناراضگی کے اظہار کے لیے بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔

پھر ابو جی نے پل بھر میں سارے گھر کو الرٹ کر دیا شہلا بھابھی کی دوست نے اپنے میاں کے ساتھ دعوت پر آنا تھا۔ بٹلر آج شاید چھٹی پر تھا وہ کھانے تیار کر رہی تھیں ساتھ نذیر کو کوس رہی تھیں جس نے بن بتائے چھٹی کر لی تھی۔ ابو جی نے ان کے ادھ پکے نرگسی کوفتے چولہے سے اتروا کر میرے

لیے کسٹرڈ تیار کروایا۔ اظہر بھائی چائے کے لیے سامان کی لسٹ لیے بازار جا رہے تھے آج انہوں نے شہلا بھابھی کی دوست کے اعزاز میں چھٹی کی تھی ابو جی نے لسٹ ان کے ہاتھ سے لے کر میری دواؤں کا پرچا تھما دیا۔

''پہلے یہ دوائیں لے کر آؤ پھر یہ خرافات لینے جانا۔'' انہوں نے اظہر بھائی کے جز بز کرنے پروا کیے بغیر کہا۔ شہلا بھابھی کو فتے کھل جانے پر الگ بڑبڑ کر رہی تھیں۔

''بینا بینا ادھر آ کر یہ کسٹرڈ ٹھنڈا کر کے پیالے میں ڈالو۔ یہ تو ملکہ وکٹوریہ کی دعوت کا اہتمام کر رہی ہیں ان کا وقت قیمتی ہے بیمار بھائی کا کچھ خیال نہیں۔'' انہوں نے کچن کی کھڑکی سے بینا بھابھی کو پکارا جو فون پر اپنی بہن سے باتیں کر رہی تھیں۔ ابو جی کی چوتھی پکار پر انہوں نے منہ بنا کر ریسیور رکھ دیا اور کھٹ کھٹ کرتی کچن میں آ گئیں۔

میں نے بینا بھابھی کا نام ''بابرہ شریف''..... رکھا تھا بلکہ میں کہتا تھا کہ آپ بابرہ شریف سے بھی زیادہ بہادر ہیں وہ تو روپوں کے لیے پنسل ہیل پہن کر ڈانس کرتی ہے آپ تو بغیر کسی لالچ کے صبح نو بجے سے رات بارہ بجے تک سوئی کی نوک پر پھرتی ہیں۔ شادی کے بعد سے آج تک انہوں نے سلیپر یا فلیٹ شوز نہیں استعمال کیے تھے ان کے جوتے کی کم سے کم ہیل بھی دو ڈھائی انچ سے کم نہ ہوتی تھی اور جب میں کہتا کہ۔

''میدان حشر میں آپ نے اس پنسل ہیل کے ساتھ فرشتوں کو بھی تگنی کا ناچ نچا دینا ہے مگر ان کے ہاتھ نہیں آنا ان کی فرشتگی آپ کے کہن سالہ تجربے کے آگے ہار جائے گی۔''

تو وہ ان باتوں کو قطعاً مائنڈ نہ کرتی تھیں چار فٹ ساڑھے دس انچ قد پر جب وہ تین چار انچ کی ہیل پہن کر سارے گھر میں گھومتیں تو کسی چابی کی گڑیا کا گمان ہوتا مجال ہے جو ذرا پاؤں ڈول جائے اور مظہر بھائی کو ان کی اس پر اعتماد چال نے دیوانہ بنا رکھا تھا۔ امی مرحومہ انہیں دیکھ دیکھ کر دہلا کرتی تھیں۔

''بیٹی خدا کے لیے کام کے دران تو نیچی ہیل پہن لیا کرو کسی دن جو خدانہ کرے پاؤں رپٹ گیا تو کیا ہو گا۔'' مگر وہ ان سنی کر دیتیں۔

اور میرا تو گھر میں رہنے سونے جاگنے کا سارا ٹائم ٹیبل ان کی جوتی کی ٹک ٹک پر چلتا تھا آٹھ بجے جب وہ ٹک ٹک کرتی کچن میں مظہر بھائی کے لیے ناشتا بنانے جاتیں تو میری آنکھ کھل جاتی اور میرے لیے تو یہ آواز اس نعمت سے کم نہ تھی کہ اسی ٹک ٹک سے گھبرا کر ابو جی نو بجے سے پہلے ہی گھر سے چلے جاتے تھے پھر ان کی ایک ٹانگ کچن میں ہوتی اور دوسری اپنے کمرے میں ٹھیک پونے دس بجے

UrduPhoto.com

دونوں میاں بیوی اپنے اپنے کاموں پر سدھارتے بینا بھابھی ایک پرائیویٹ فرم میں پبلک ریلیشنز آفیسر کے طور پر کام کرتی تھیں ان کے جاتے ہی جیسے گھر میں سکون ہو جاتا سارے گھر کے فرش شکر کا کلمہ پڑھتے۔

شہلا بھابھی دس بجے جاتی تھیں وہ انگلش میڈیم اسکول میں کمپیوٹر ٹیچر تھیں دس بجے پورا گھر سائیں سائیں کر رہا ہوتا تھا اور میری آنکھ جوان سحر خیز ہنگاموں کی وجہ سے جلدی کھل جاتی تھی دوبارہ سونے ہی لگتا کہ ابو جی کی کڑک دار آواز مجھے بستر سے نکلنے پر مجبور کر دیتی صاحباں شروع ہو ہی سے گھر کی صفائی کرتی تھی دس بجے وہ آ جاتی اور ابو جی اپنی نگرانی میں پورا گھر کسی سگھڑ بیوی کی طرح صاف کرواتے پھر ساتھ ساتھ مجھے آوازیں دیتے جاتے میری سستی اور ہڈ حرامی کو کوستے مگر میں بھی منہ سر لپیٹے ڈھیٹ بنا لیٹا رہتا گیارہ ساڑھے گیارہ بجے جب میں منہ دھو کر کچن میں جاتا تو صبح کا بنا ہوا ناشتا ٹھنڈا ٹھار ہو چکا ہوتا۔ ایک دن ہم دنوں کا ناشتا بینا بھابھی بناتی تھیں اور دوسرے دن شہلا بھابھی۔

ابو جی صبح اٹھتے تھے سات بجے تک ان کی بھوک چمک اٹھتی وہ بے چینی سے اندر باہر پھرتے دونوں کمروں کے آگے آوازیں لگاتے گزرتے کہ اٹھ جاؤ تم لوگوں کو دیر ہو جائے گی دفتروں سے۔ آٹھ بج گئے ہیں۔ نو بج گئے ہیں، کبھی ٹی وی اونچی آواز میں لگا دیتے لیکن سب ڈھیٹ بنے سوئے رہتے آٹھ بجے سے پہلے کوئی اپنے کمرے سے برآمد نہیں ہوتا تھا۔

''ابو جی آپ ایک چائے کا کپ خود بنا کر نہیں پی سکتے اتنا سا کام تو بندہ اپنا خود کر لیتا ہے آپ تو حد کر دیتے ہیں اب وہ دونوں بھی تو سارا دن گھر کے کام کرتی ہیں پھر نوکری بھی کرتی ہیں اگر صبح کو آدھا گھنٹہ لیٹ ہو جاتے ہیں تو آپ.....'' اظہر بھائی سرخ نیند سے بوجھل آنکھیں لیے بیوی اور بھاوج کے حمایتی بن کر بولتے۔

''ہاں ہاں کہہ دو میں پاگل ہو جاتا ہوں اور میاں یہ تم نہیں بول رہے تمہاری بیوی کی زبان بول رہی ہے۔ اور وہ دونوں سارا دن کون سے ہل میں جتی رہتی ہیں صبح کو بن ٹھن کر دفتر اسکول نکل گئیں گھر کو دیکھے ان کی جوتی۔ دوپہر میں وہ منحوس شیطان کی شکل والا بٹلر آدھے گھنٹے کے لیے آتا ہے دال سبزی سب گھول گھال کر چلتا بنتا ہے یہ آتی ہیں تین بجے ٹھنڈا گرم ہم بدنصیبوں کے آگے رکھا اور پھر جو اپنے کمروں میں گھستی ہیں تو شام چھ سات بجے سے پہلے شکل نہیں دکھاتیں اور دوپہر کے ملغوبے کو شام کو گرم کر کے آگے رکھ دیتی ہیں۔'' وہ سانس لینے کے لیے رکے۔

''اور میں جس نے ساری زندگی شہر بھر کی کوتوالی کی ہے اب اس عمر میں خود چائے بنا کر پیوں گا۔ شرم کرو نافرمانوں۔ اس دن کے لیے انسان اولاد مانگتا ہے کہ پچاس ساٹھ کے پیٹے میں جا کر خود

UrduPhoto.com

چائے پتی ابال کر پیے اور تم اسے پاگل جنگلی کہو بھوکا اور دیوانہ۔'' ابو جی بھوکے شیر بنے ہوتے تھے اظہر بھائی پر برس پڑتے۔

''میں نے یہ سب کب کہا آپ خود ہی بات سے بات بنا رہے ہیں۔'' وہ منہ بنا کر بولے۔

''اور چائے بنانے میں کون سی انسان کی ہتک ہوتی ہے جو وہ بے اولاد ہونے کی ہی تمنا کر بیٹھے۔''

''ہاں تم جیسوں کے لیے واقعی کوئی ہتک کی بات نہیں تم خود جوتے سجا سجا کر بیگم کی خاطریں کرتے ہو تمہیں یہ کرنا کیوں برا لگے گا مجھے تو لگتا ہے وہ تمہارا شوہر ہے اور تم اس کی جورو۔''

ابو جی حد کر دیتے۔

''اتنا تو خدا سے نہیں ڈرتے جتنا اس کے ابرو کے اشارے سے ڈرتے ہو اور نامراد میری باتوں کا مطلب تمہیں تب سمجھ میں آئے گا جب اپنی اولاد تمہارے ساتھ یہ کرے گی۔'' ابو جی کون سے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

''صبح صبح اس گھر میں بددعاؤں سے استقبال ہوتا ہے کتنا خیال رکھو کتنی ہی جان مارو پھر بھی نافرمان ہی کہلائیں گے ہونہہ۔'' وہ پیر پٹختے اپنے کمرے کو پلٹ جاتے جہاں شہلا بھابھی انہیں تمسخر بھری نظروں سے دیکھ رہی ہوتیں۔

''مجھے تو سمجھ نہیں آتی آپ کے والد صاحب اتنے ایجوکیٹڈ ہیں پھر بھی نہ تو انہیں مینرز آتے ہیں نہ ایٹی کیٹس۔ کسی کے بیڈ روم کا بلاوجہ دروازہ پیٹنا سوئے ہوؤں کو اونچی آواز میں ٹی وی چلا چلا کر ڈسٹرب کرنا۔ چیخ چیخ کر بات کرنا کونسے کوڈ آف مینرز میں لکھا ہے۔'' اظہر بھائی خواہ مخواہ شرمندہ ہو جاتے۔

''اصل میں اس میں ان کا بھی قصور نہیں ساری زندگی نوکری بھی تو اس محکمے میں کی ہے جہاں انسانوں سے بھی حیوانوں کی زبان میں بات کی جاتی ہے۔ پھر کچھ عمر کا بھی تقاضا ہوتا ہے۔'' اور شہلا بھابھی کے یہ تیر بھی اظہر بھائی شربت کے گھونٹ کی طرح آرام سے حلق میں نیچے اتار لیتے۔

مظہر بھائی اور بینا بھابھی کا اپنا طریقہ تھا ابو جی کے سامنے وہ دونوں بڑی تابعداری سے ہاں میں ہاں ملاتے رہتے اپنی غلطیوں پر خوامخواہ شرمندہ ہوتے اور جیسے ہی ابو جی منظر سے آؤٹ ہوتے وہ دونوں دل کھول کر ان کی اخلاقیات کو ڈسکس کرتے۔

انہیں وجوہات کی بنا پر ابو جی کی ساری توجہ مجھ غریب پر تھی دوسرے وہ چاروں تو جاب کے بہانے آدھے سے زیادہ دن گھر سے باہر گزار لیتے تھے اور میں بیروزگار ہونے کی وجہ سے سارا دن ان

کے عتاب کا نشانہ بنتا تھا۔ گھر سے باہر جاتا تو آوارہ گرد اور لوفر گھر میں رہتا تو نکما ہڈ حرام اور کام چور کہلاتا تھا۔ مجھے لگتا تھا ذلت بھرے یہ دن کبھی نہیں گزریں گے۔

وہ میری ایک ایک حرکت پر کڑی نظر رکھتے۔ میں کچھ بھی کر رہا ہوتا وہ بغیر دروازہ ناک کیے کمرے میں آ جاتے تفتیشی نظروں سے مجھے جانچتے کہ میں انہیں اچانک سامنے دیکھ کر گھبرایا کیوں ہوں میری غیر موجودگی میں سارے کمرے کی تلاشتی لیتے تکیے کے نیچے میٹرس اٹھا کر الماری کے درازوں میں کھڑکیوں کے پردوں کے پیچھے جوتوں والے ریک کے نیچے باتھ روم کی الماری میں بیڈ کے نیچے۔ خدا جانے انہیں مجھ پر کیا شک تھا یا تو وہ مجھے کوئی تخریب کار سمجھتے تھے یا ملک دشمن عناصر کا کوئی فعال پرزہ کہ وہ میری کتابوں کے ریک کی خصوصی تلاشی لیتے۔ ایک بار تھرڈ ائیر کے پیپرز کے دوران میں رات بارہ بجے بیٹھا پڑھ رہا تھا جب اچانک انہوں نے پیچھے سے چھاپا مارا اور میں جو کیمسٹری کی کتاب میں ملز اینڈ بون کا گرما گرم پورے انہماک سے پڑھ رہا تھا رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔

میں رات کو دیر سے گھر آتا وہ پاس ہو کر بہانے بہانے سے میرا منہ سونگھتے آنکھوں کی رنگت چیک کرتے۔ مجھ سے گیٹ سے برآمدے تک طویل جرح کرتے کہ کہیں میری زبان تو لڑکھڑا نہیں رہی!

مجھے یوں لگتا جیسے میں کسی ایسے پیچیدہ کیس کا ملزم ہوں جس کے جرائم کے بارے میں تفتیش ہو رہی ہے اور کسی حتمی نتیجے تک پہنچنے سے پہلے میں ان کی نظروں کے حوالات میں قید ہوں وہ کسی سائے کی طرح میری نگرانی کرتے تھے اکثر میرے دوستوں سے ملنے جاتے میرے بارے میں کرید کرید کر ان سے سوالات کرتے اور جب اگلے روز وہ لوگ ہنس ہنس کر ان کے تفتیشی سوالات کے بارے میں مجھے بتاتے تو میں اپنی جگہ پانی پانی ہو جاتا۔

''اور جا یار تجھ پر تو تیرے باپ کو اعتبار نہیں وہ سارے شہر میں تیرے بارے میں گواہیاں لیتا پھرتا ہے کل کو اگر تو سگریٹ رکھنے کے الزام میں بھی دھر لیا جائے تو وہ تیری ضمانت بھی نہ کروائے بلکہ کسی اور کیس میں تجھے عمر قید کرا دے۔'' اور میں کھول کر رہ جاتا۔

''بچ بچ بچارہ۔ ایک تو بیروزگار اوپر سے ایسا ہٹلر ٹائپ باپ۔'' رضوان مجھے ہمدردانہ نظروں سے دیکھتا۔

''ویسے عمر یار یہ تمہارے اصلی تے خالص، والے ابو جی ہیں کبھی پتا تو کرواؤ۔'' اور مشکوک لہجے میں پوچھتا۔

''یار ہم بھی بیروزگار ہیں گھر والے طعنے بھی مارتے ہیں پر اتنی انکوائریاں کوئی نہیں کرتا جتنی

تمہارے ابو جی کرتے ہیں توبہ ہر وقت کا سہم ہے یہ تو۔ ننگی تلوار نہ معلوم کب سر پر آن برسے۔'' فہیم بھی لقمہ دیتا۔

ایسے میں میرا جی چاہتا میں یہ ملک چھوڑ کر کہیں بھاگ جاؤں کم از کم ابو جی کی کل وقتی نگرانی سے تو جان چھوٹ جائے گی اور میں نے ایک بار یہ کوشش کی بھی تھی جب میں نے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے آسٹریلیا جانے کا پکا ارادہ کر لیا تھا اور جس روز ابو جی کی الماری سے پچاس ہزار نکال کر میں لایا اور جیسے ہی ایجنٹ کو دینے کے لیے میں نے بریف کیس کھولا عین اسی وقت ابو جی نے پیچھے سے آ کر میری گردن ناپ لی اور پھر جو انہوں نے ٹریولنگ ایجنسی کے اس ٹھنڈے کمرے میں میری مزاج پرسی کی اس نے زندگی بھر پھر کبھی مجھے ایسا سوچنے بھی نہیں دیا۔

اور مجھے اس وقت اپنے اوپر کتنا ترس آیا تھا جب ایم فارمیسی کے پریویس اور فائنل کے امتحان میں جاتے وقت انہوں نے میری مکمل جامہ تلاشی لی تھی صرف ایک بار بی اے کے انگلش کے پیپر کے لیے میں نے پھر لے تیار کیے تھے جو گھر سے نکلتے وقت نہ جانے کیسے میری نیلی شرٹ کی بغل سے جھانک پڑے اور ابو جی کی خوردبینی نظروں سے انہیں تاڑ لیا اس دن سے ہر امتحان میں جانے سے پہلے وہ میری مکمل تلاشی لیتے تھے اور پھر اپنی نگرانی میں مجھے ایگزامینیشن ہال کے دروازے تک چھوڑنے جاتے مجھے کتنی شرم آتی تھی جب وہ مجھے اپنی آفس کی گاڑی میں بٹھا کر امتحان کے لیے لے کر جاتے یونیورسٹی کے گیٹ سے لے کر ایگزامینشن ہال تک جتنے میرے واقف کار مجھے اس حال میں دیکھتے وہ ٹہوکا دے کر ساتھ کھڑے بندے کو ضرور میرے احوال سے باخبر کرتے اور پیپر کے بعد جو میرا ریکارڈ لگتا وہ الگ تھا پیپر دے کر میں اتنی تیزی سے منہ چھپا کر یونیورسٹی سے باہر آتا جیسے کسی کی بھینس کھول کر بھاگ رہا ہوں۔

ابو جی کی اس کڑی نگرانی نے میری عزت کو دو کوڑی کر دیا تھا دوبارہ اپنا اعتماد بحال کرتے کرتے مجھے کتنے دن لگ جاتے۔

''وہ ابو جی تو مجھے اس لیے چھوڑنے آتے رہے تھے کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی ڈاکٹر نے مجھے ڈرائیونگ سے منع کیا تھا، میں جواز گھڑتا۔

''اچھا تمہاری طبیعت صرف امتحان کے دنوں ہی میں اتنی خراب ہو جاتی ہے کہ تم سے خود سے ڈرائیونگ بھی نہیں کر سکتے اور تمہارے ابو جی تمہیں انگلی پکڑ کر چھوڑنے آتے ہیں۔'' اسد معنی خیز انداز میں کہتا۔

انہوں نے کبھی دونوں بھائیوں کی تو اتنی نگرانی نہیں کی تھی جتنا میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

رہتے تھے میں جتنا ان سے چھپتا پھرتا تھا وہ اتنا میرا پیچھا کرتے تھے ان کے اس رویے نے مجھے ان سے دور اور امی سے قریب تر کر دیا تھا۔

☆☆☆

میرا بخار اگلے روز ہی اتر گیا ساتھ ہی ابو جی کا محبت و شفقت بھرا رویہ پھر سے تشدد آمیز ہو گیا اور اگلی شام تک وہ مکمل طور پر سابقہ ابو جی بن چکے تھے مختلف حیلوں بہانوں سے مجھے ہڈحرامی کام چوری اور مفت خوری کے طعنے دے چکے تھے اور مجھے دو تین بار یہ بھی کہا تھا کہ میری یہ دونوں خصلتیں موروثی نہیں بلکہ ان کی فارمیشن میں زیادہ تر ہاتھ امی مرحومہ کا بھی تھا کہ انہوں نے میرے گھناؤنے جرائم، پر پردے ڈال ڈال کر مجھے ناکارہ بنا دیا۔ میں چپ چاپ بستر پر لیٹا ان کے طعنے گھونٹ گھونٹ پیتا رہا۔ اسد کے ابو کتنے اچھے ہیں اسد نے تو مجھ سے ایک سال پہلے ماسٹر کیا تھا اب تک اسے ڈھنگ کی نوکری نہیں ملی تھی اور وہ تین سالوں سے نا صرف اسے سہہ رہے ہیں بلکہ اس کا حوصلہ بھی بڑھاتے کہ آج نہیں تو کل اسے یقیناً اچھی نوکری مل جائے گی وہ ہمت نہ ہارے وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے کبھی ہمارے ابو جی کی طرح ہراساں کرنے کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال نہ کیے تھے نہ اس کا جیب خرچ بند کر کے اسے کوڑی کوڑی کا محتاج کیا تھا اس لیے اسے بھی غم ہے بیروزگاری کا مگر آرام کے ساتھ!

اور ادھر تو ابو جی نے بستر میں بھی سوئیاں چبھو رکھی ہیں بندہ دو گھڑی سکون سے لیٹ بھی نہیں سکتا۔ میری بیروزگاری کا دکھ ہے اپنی پنشن کا زعم ہے بھلا میں کتنا کھا جاتا ہوں یا پہن اوڑھ لیتا ہوں جو سب کھاتے ہیں اسی میں سے دو تین روٹیاں اگر میں کھا لیتا ہوں تو کونسا گھر میں قحط پڑنے کا خطرہ پڑ جاتا ہے دونوں بھائی اتنی اعلیٰ پوسٹوں پر فائز ہیں آج میں ان سے کہوں تو وہ ہنس کر میرا خرچ برداشت کر لیں بلکہ اظہر بھائی نے تو ایک بار مجھے بہت ڈانٹنے پر ابو جی سے کہا بھی تھا کہ۔

"آپ عمر کو کچھ نہ دیا کریں میں دے دیا کروں گا۔" تو انہیں اظہر بھائی کی یہ محبت بھی طعنہ لگی تھی۔

"میں ابھی زندہ ہوں جب مر جاؤں گا تو اس کے خرچے اٹھا لینا پھر دیکھوں گا کتنے دن سہارتے ہو اس سفید ہاتھی کو۔"

بھائی کا تو جو موڈ آف ہوا سو ہوا میرا دل چاہا کہ میں جا کر ریل کی پٹڑی پر اپنا سر دے ماروں۔

اور وہ رضوان کے ابو۔ دو بار رضوان نوکری کو لات مار آیا کہ باس کے ساتھ اس کی بن نہیں سکی تو اس کے ابو کو اس کی یہ اصول پسندی، کتنی بھائی تھی کہ میرا بیٹا بڑا خوددار ہے ابھی تک اسے تیسرا کوئی

باس پسند نہیں آیا پھر بھی اس کے گھر والے اسے بڑے مان سے بٹھا کر کھلا رہے ہیں۔

اور فہیم کے ابو تین سالوں سے پیرالائز ہیں تینوں بھائیوں نے باپ کو ہتھیلی کا پھپھولا بنا رکھا ہے ایک سر دباتا ہے دوسرا منہ ہاتھ دھلاتا ہے تو تیسرا صبح و شام سیر کے لیے لے جاتا ہے اور ان تینوں کو دعائیں دیتے باپ کا منہ سوکھ جاتا ہے ساری دنیا واہ واہ کرتی ہے بیٹوں کی جانثاری اور خدمت گزاری دیکھ کر اور باپ کی شیریں گفتاری ایک مثال ہے ان دوستوں کے درمیان۔ ایک ہمارے ابو جی ہیں آج تک انہیں سر درد تک نہیں ہوا بندہ خدمت کیا کرے بھلا؟

"لاحول ولقوہ۔" میں نے بستر پر لیٹے لیٹے ہی اپنی اس گھٹیا سوچ پر لعنت بھیجی ویسے یہ حقیقت بھی تھی کہ ابو جی آج تک کبھی ذرا سے بیمار بھی نہ ہوئے تھے بس ہر وقت ننگی تلوار بنے سب کے سروں پر لٹکتے رہتے۔

اور اگلے روز میں خوب دل لگا کر تیار ہوا۔ تازہ شیو کی نہا دھو کر سب سے اچھا سوٹ زیب تن کیا Identity کی آدھی شیشی اپنے اوپر انڈیلی دو دن کی بیماری سے اچھی خاصی طبیعت بیزار ہو گئی تھی اس لیے آج میرا دوستوں کے ساتھ لمبا چوڑا انجوائے منٹ کا پروگرام تھا۔

"کہاں جا رہے ہو۔" دس بجے مجھے نک سک سے تیار ہو کر باہر جاتے دیکھ کر ابو جی نے پودوں کو پانی دیتے مجھے پیچھے سے پکارا۔

"جی وہ Abott لیبارٹریز کی طرف پچھلے ہفتے ایک ایڈ آیا تھا۔"

"ریجنل برانچ لیبارٹریز میں اسسٹنٹ کی ویکنسی خالی ہے اسی سلسلے میں آج انٹرویو ہے وہیں جا رہا ہوں۔" میں نے سعادت مندی سے مہذب لہجے میں جواب دیا۔

"دیکھو لو لیبارٹریز میں انٹرویو ہے یا کسی نئی فلم کا پہلا شو دیکھنے جا رہے ہو۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولے۔

"ابو جی مجھے کوئی شوق نہیں ہے فلمیں دیکھنے کا۔ وہ تو فراغت سے تنگ آ کر کبھی کبھار کوئی دوست لے جاتا ہے تو چلا جاتا ہوں۔" میں نے روشن دن جیسا سفید جھوٹ تلخی سے بولا۔

"خیر شوق تو تمہیں میری شکل دیکھنے کا بھی نہیں ہے مگر مجبوراً دیکھنی پڑتی ہے۔" ان کا لہجہ ہنوز طنزیہ تھا۔ "اور یہ تو مجھے پتا ہے کہ تمہیں کتنا شوق ہے اور کوئی تمہیں فلم دکھانے کے لیے مر انہیں جا رہا ہوتا تم ہی یاروں کے یار بنے پھرتے ہو جس دن جیب خرچ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا پھر دیکھوں گا یہ بیکار مباش کتنے دن تمہارے گرد منڈلاتے ہیں۔" انہیں یہی خوش فہمی تھی کہ ان کے چند سو روپوں پر سارے شہر کے بیروزگار عیش کر رہے ہیں۔

UrduPhoto.com

''مجھے دیر ہو رہی ہے میں جاؤں۔'' میں نے منہ بنا کر کہا اور ان کے ہونہہ پر قدم آگے بڑھا دیئے۔

''ویسے بیٹا جی یہ انٹرویو رات بارہ بجے سے پہلے اختتام پذیر ہو جائے گا نا۔'' انہوں نے پیچھے سے پوچھا۔

''دیکھیے۔'' میں نے ڈھٹائی سے کہا اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

''بیٹا جی پھر میں نہیں آپ ہی دیکھیے گا کیونکہ پھر میں دیکھوں گا نہیں دکھاؤں گا۔''

ان کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔

''رات نو بجے کے بعد ادھر کا رخ نہ کرنا میں تمہیں صاف بتا رہا ہوں۔''

''جی اچھا۔'' میں نے سر ہلا کر کہا اور باہر نکل آیا۔

پھر انٹرویو تو ایسا ہی تھا جیسے میں اب تک بیسوں دے چکا تھا اپائنٹمنٹ پہلے سے ہو چکا ہوتا تھا انٹرویو کی فارمیلٹی نبھانے کے لیے یا شاید ہم جیسے بیروزگاروں کا مذاق اڑانے کے لیے یہ ڈرامہ رچایا جاتا ہے کسی نے صحیح کہا ہے کہ ''علم آگہی ہے اور آگہی اس کائنات کا سب سے بڑا عذاب ہے۔''

اور میں بھی آج کل اسی عذاب سے گزر رہا تھا پہلے پہل میں خوب ہرٹ ہوتا تھا جی بھر کر کڑھتا تھا کہ یہ انٹرویوز اور ٹیسٹ وغیرہ سب فراڈ ہیں جب میری کوالیفکیشن اتنی اعلیٰ ہے تو پھر میرے نہ سلیکٹ ہونے کی کیا وجہ ہے پھر ابو جی کے طعنے کئی بار انہوں نے میری ڈگریاں چیک کیں کہ کہیں نمبر دو، تو نہیں اتنی انسلٹ گھر میں بھی اور باہر بھی۔ کئی بار جان سے گزر جانے کا سوچا۔ مگر پھر جوں جوں وقت گزرتا رہا میں بھی ڈھیٹ ہو گیا اور اب یہ سارا پروسیجر مجھے اپنے سسٹم کا ایک حصہ لگنے لگا تھا ابو جی نے بھی شاید یہ کڑوا سچ مان لیا تھا اس لیے اب مجھ دیکھ کر انہیں کبھی کبھار ترس بھی آ جاتا تھا اور جو کسی نے کہا ہے کہ بیروزگار اور کاہل بیٹا چھٹی انگلی کی طرح ہوتا ہے کاٹو تو تکلیف ہوتی ہے رکھو تو عیب بنتا ہے اور ابو جی بھی اس مرحلے سے گزر کر اب وہ مجھے اپنی چھٹی عیب دار انگلی مان چکے تھے اور میں بھی زندگی کو As it is گزار رہا تھا۔

انٹرویو کے بعد میں اور اسد رضوان کے طرف چلے گئے اس کے گھر لنچ کیا ایک عدد مووی دیکھی پھر تینوں فہیم کی طرف چلے گئے اس کی بھابھی نے چائے کے ساتھ گرم گرم پکوڑے کھلائے اس کے بعد ہم چاروں ریس کورس کی طرف چلے گئے۔ آج موسم بہت اچھا ہو رہا تھا سردیوں کی نرم نرم دھوپ اب اپنے پر سمیٹ رہی تھی ہلکی ہلکی خنک ہوا بہت خوشگوار لگ رہی تھی ہم کچھ دیر باغ کی روشوں پر ٹہلتے رہے صبح کے انٹرویو پر مقدور بھر تبصرے کیے یونیورسٹی انتظامیہ سے لے کر گورنمنٹ کی پالیسیوں

UrduPhoto.com

میں ایک ہزار ایک کیڑے نکالے۔

''یار نوکری کو گولی مارو میں کہتا ہوں ہم چاروں کوئی اعلیٰ قسم کا بزنس کر لیتے ہیں۔'' رضوان پر باغ کی پر فضا ماحول کا پہلا خوشگوار اثر ظاہر ہوا۔

''آئیڈیا تو بہت اچھا ہے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے بزنس کے لیے کچھ سرمائے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ میرے پاس تو ہے نہیں۔ ہاں اگر تم تینوں ایسی کوئی چیز رکھتے ہو تو میں رضا کارانہ شمولیت کے لیے تیار ہوں۔'' فہیم نے فراخدلی سے کہا۔

''بھئی بزنس کے لیے بڑی ہونا پڑتا ہے اور میرا تو ان سردیوں کو فارغ رہ کر انجوائے کرنے کا پروگرام ہے۔ سائنسدان کہہ رہے ہیں آئندہ چند سالوں تک زمین اور سورج کے درمیان قرتب اتنی بڑھ جائے گی کہ سردی نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی اس لیے جتنا ہو سکے ان مزیدار سردیوں سے لطف اندوز ہونا چاہیے آنے والی نسلوں کو سردیوں کے متعلق بتانے کے لیے کوئی میٹریل تو ہو اور بھئی یہ بزنس نوکریاں وغیرہ تو سبھی کرتے ہیں ہم بھی کر ہی لیں گے۔'' اسد نے بزنس نہ کرنے کا یونیک ریزن بتایا۔

''بالکل۔'' رضوان اور فہیم نے یک زبان کہا۔ ''ساری بات نصیب کی ہے۔ نصیب میں ہوگی تو نوکری خود چل کر آئے گی۔''

''آ گئی۔'' اسد نے چونک کر کہا۔

''کون نوکری آ گئی۔'' فہیم نے حیرت سے پوچھا۔

''ارے اندھو نوکری کو گولی مارو وہ دیکھو سامنے سے قلوپطرہ آ رہی ہے۔ واہ کیا چال ہے۔'' اس نے سامنے سے آتی بلیک سوٹ میں ملبوس لڑکی پر نظریں جمائے جمائے کہا۔

''قلوپطرہ۔'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''لعنت ہو تمہارے حسن انتخاب پر۔ میرا خیال ہے اپنی نظر چیک کراؤ۔ بیچاری قلوپطرہ کی روح کس اذیت سے گزری ہوگی تمہیں اندازہ ہے۔'' میں نے افسوس سے کہا ''اور اس کی اس چال میں بھی جوتے کا قصور لگتا ہے ورنہ ایسی چال کوئی نارمل انسان نہیں چل سکتا جھکاؤ دائیں طرف ہے۔'' وہ ایک واجبی شکل کی لڑکی تھی اسد پتا نہیں کیوں پھڑکا تھا۔

''دائیں طرف وہ رومیو جو ہے دونوں میں لگتا ہے جھگڑا ہو گیا ہے چلو صلح کروا دیتے ہیں۔'' رضوان نے ایک ہی لمحے میں معاملے کو بھانپ لیا اور لڑکی کے دائیں طرف چلتے ہوئے ایک اسمارٹ سے لڑکے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''دفع ہو تم جا کر یو این او کے نمائندے، یہاں اپنے مسئلے حل نہیں ہو رہے۔''

اسد نے جل کر کہا ''چلو کافی پیتے ہیں۔''

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

''انگور کھٹے ہیں۔'' فہیم گنگنایا تو ہم دونوں ہنس پڑے۔

پھر کافی پی گئی کچھ دیر گوسپ کی پھر نو بجے والا آخری شو جب ساڑھے بارہ بجے میں گیٹ پھاند کر دبے پاؤں اپنے کمرے کے دروازے کے پاس پہنچا کمرے کی لائٹ جل رہی تھی دروازے سے میں نے جھانک کر دیکھا ابو جی کرسی پر بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے میں خاموشی سے وہاں سے ہٹ گیا اور آرام سے جا کر گیسٹ روم میں سو گیا۔ اس وقت بچت کا اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔

☆☆☆

امی بچپن سے لے کر آج تک میری ہر چھوٹی چھوٹی بے ضرر شرارتوں کے آگے ڈھال بن جایا کرتی تھیں۔ جب ایک بار میں اسکول کی فیس کے پیسے مزے سے کینٹین میں اڑا گیا تھا اور اگلے ماہ ڈبل فیس دو فائن کا نوٹس گھر آیا تو امی نے مجھے ہلکی سے ڈانٹ پلائی اور ایک ماہ کی فیس اور فائن اپنے پلے سے ادا کر دیا اور اس ہلکی سی ڈانٹ میں اتنا مزہ تھا کہ میں نے دو ماہ بعد پھر وہی حرکت کی ابو تک اطلاع پہنچے بغیر امی نے میری اس ننھی سی شرارت پر آرام سے پردہ ڈال دیا لیکن جب ایک ماہ چھوڑ کر تیسری بار پھر میں نے ایسا ہی کیا تو امی بدقسمتی سے بہاولپور ماموں کے پاس گئی ہوئی تھیں جب ڈبل فیس بھی پندرہ دن لیٹ ہو گئی تو بے صبرے پرنسپل نے ابو جی کو ان کے آفس فون کھڑکا دیا۔

اور شام کو جب امی گھر میں داخل ہوئیں تو میں تھپڑ زدہ سرخ چہرہ لیے مرغا بنا اپنے پچھلے سارے جرائم مان چکا تھا اور ابو جی چھڑی کو اپنی دائیں ٹانگ پر مسلسل مارتے ہوئے مجھے خود کو اور اپنے والد صاحب کو مسلسل سرکاری خطابات سے نواز رہے تھے اور اس شام کمرہ بند کر کے جتنی میں نے فیسیں ہضم کی تھیں ابو جی نے گن گن کر چھڑی کے ذریعے اتنی ہی اسٹیمپس میری کمر پر لگائی تھیں کہ پھر کبھی فیس کا لفافہ نہ غلطی سے مجھ سے ہضم ہو سکا اور نہ کسی اور پتے پر گم ہو سکا کیونکہ اس کے بعد دو ہفتے میں بستر سے اٹھ ہی نہ سکا تھا اور فیس کے لیے تو میں نے ہمیشہ کے لیے اپنا اعتبار گنوا دیا تھا پھر یونیورسٹی تک ابو جی نے کبھی ایک دھیلے کے لیے میرا اعتبار نہ کیا ہمیشہ دفتری مصروفیات کے باوجود میری فیس خود جمع کروائی۔

پھر دوسری یادگار چار چوٹ کی مار مجھے سکس کلاس میں تھا جب پڑی انگلش کا ٹیسٹ تھا میرا پین گھر رہ گیا تھا۔ عثمان پانی پینے باہر گیا تھا میں نے چپکے سے اس کی چیئر پر پڑے جیومیٹری بکس سے اس کا پارکر کا پین اڑا لیا جس کی وہ گزشتہ تین دنوں سے شو مار رہا تھا کہ ماموں نے لندن سے بھیجا ہے۔ ٹیسٹ شروع ہونے پر عثمان نے تو مس کی ڈانٹ کھاتے ہوئے پنسل سے ٹیسٹ دیا اور مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ بعد میں پین اس کے بیگ میں رکھنا بھول گیا اگلے روز اس بیچے کے بچے نے میڈم شازیہ عرف ہٹلر کی موجودگی میں جب اپنے پین کی تلاش میں سب کے بیگ کھنگالے تو وہ پین بڑے آرام سے

میرے بیگ کی بیرونی پاکٹ سے نکل آیا میڈم مجھے کان سے پکڑ کر پرنسپل کے آفس لے گئیں اور وہ پرنسپل نہ صرف بے صبرا تھا بلکہ کینہ پرور بھی تھا۔ اس نے پچھلی کلاس میں ہونے والی تمام چوریاں میرے کھاتے میں ڈالیں اور فوری طور پر ابو جی کو فون کر دیا۔

اور پھر اس شام امی کی التجائیں اور گڑگڑاہٹیں ابو جی کی جابر طبیعت کو موم نہ کر سکیں اور میں نے اس معصوم سی بے ضرر چوری کا اتنا بھیانک نتیجہ بھگتا کہ آئندہ کے لیے ہر قسم کی منقولہ وغیرہ منقولہ چوری سے توبہ کر لی۔

اور پھر سب سے آخری یادگار دھلائی جو ابو جی کے ہاتھوں میری ہوئی وہ تو مجھے مرتے دم تک یاد رہے گی مجھے فرسٹ ایئر میں آئے بمشکل دو ماہ ہوئے تھے جب میں نے اپنی نوخیز جوانی، کا پہلا بھرپور عشق کیا تھا کالج کی نئی نئی آزادی ہم دوستوں کو ہضم نہیں ہو رہی تھی اور ہم آپے سے باہر ہوئے جا رہے تھے تیسرے پیریڈ کے بعد ہی ہم نے کالج سے بھاگ آنا اور اپنے کالج سے تقریباً ایک میل دور گرلز کالج کے آگے کھڑے ہونا اور چھٹی تک وہیں کھڑے رہنا اپنا وطیرہ بنا لیا۔

انیلا بھی فرسٹ ایئر میں تھی وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ جب چھٹی کے وقت کالج سے نکلتی میں دوستوں کو وہیں چھوڑ کر چپکے سے ان کے گروپ کے پیچھے ہو لیتا۔ ان کا پیدل کا راستہ تھا اس کی تینوں فرینڈز تو تھوڑی دور جا کر موڑ مڑ جاتیں اور باقی کے راستے میں اس کی ہمراہی کی ڈیوٹی سنبھال لیتا۔ راستہ ستنان دیکھ کر میں بالکل اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگتا تازہ دیکھی ہوئی انڈین فلموں کے گانے پورے سر سے گنگنانا کبھی پاس ہو کر ہمکلام ہونے کی کوشش کرتا۔ دوبارا سے لیٹر دینے کی کوشش کی انہیں لیٹرز کے ساتھ اپنا دل بھی اس کے قدموں میں رکھا مگر اس سڑیل نک چڑی حسینہ نے کبھی آنکھ اٹھا کر نہ تو مجھے دیکھا اور نہ میرے تحفہ دل کو قبول کیا۔

یہ سلسلہ کوئی دو ہفتے چلا ہو گا جب اچانک ابو جی کی چھٹی حس نے انہیں ہوشیار کر دیا وہ میری خبر گیری کے لیے کالج چلے گئے۔ وہاں تین دن میں نے مکمل کلاسز اٹینڈ کی تھیں جن کے ذمے اٹینڈس بولنے کی ذمہ داری لگا کر آتا تھا وہ بھی اگلے پیریڈ کے بعد بھاگ آتے تھے۔

ابو جی پولیس کی جیپ میں اسی وقت میری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور میں کون سا سوئی تھا جو انہیں نہ ملتا گرلز کالج سے محض دس منٹوں کے فاصلے پر جب میں انیلا کو اپنا نقطہ نظر سمجھانے میں تقریباً کامیاب ہو چلا تھا جب اچانک پیچھے سے نوے کی اسپیڈ پر دوڑتی ہوئی جیپ ہم دونوں کے سروں پر آن رکی۔

''سر سر دیکھیں یہ لڑکا مجھے بہت دنوں سے تنگ کر رہا ہے پلیز میری مدد کریں۔''

UrduPhoto.com

میں تو ابھی اپنے اوسان ہی درست کر رہا تھا کہ اس مکار حسینہ نے میری اتنی دنوں کی باوفا محبت کو پل بھر میں بازاری بنا دیا اور اس کی فریاد پر ابو جی جیپ سے چھلانگ لگا کر نیچے اتر آئے اور میں جو بھاگنے کی سوچ رہا تھا انہیں دیکھ کر میرے پیر زمین میں گڑ گئے۔

ابو جی نے مجھے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس چھپکلی کو گھر چھوڑنے کی آفر کی جس کو اس نے فوراً قبول کر لیا اسے اس کے گھر اتار کر پانچ منٹ کے راستے میں اس نے میرے کردار میں کوئی پانچ سو بیل بوٹے جڑ دیے اور ان بیل بوٹوں کو جو ابو جی نے گھر جا کر پانی دیا وہ بانس کے درخت کی طرح یک لخت کئی فٹ بلند ہو گئے اور اس چار چوٹ کی مار کے کانٹے آج بھی میری روح میں گڑے ہیں، اتنے سالوں بعد آج بھی اگر کسی لڑکی کی طرف غور سے دیکھنے کی کوشش کروں تو میری آنکھوں کے سامنے قرمزی تارے چمکنے لگتے ہیں یونیورسٹی میں بھی لڑکیاں مجھے اتنا بے ضرر سمجھتی تھیں کہ کوئی مجھ سے نہیں ڈرتی تھی۔

اللہ میاں نے مجھے بہن کی محرومی دی تھی ابو جی کی مار نے اس کی کمی کو ہمیشہ کے لیے ایسا پورا کیا کہ آج تک مجھے اس کی کمی کا احساس نہیں ہوا کیونکہ اس مار کے بعد سارے جہاں کی لڑکیاں مجھے اپنی بہن لگنے لگیں۔

اور یہ کہ پہلی محبت ہمیشہ یاد رہتی ہے مجھے اس مقولے پر آج بھی اپنے وجود سے زیادہ یقین ہے اور میری وہ پہلی محبت آج بھی آخری ہے۔

ان سب باتوں نے میرے اندر اس خیال کو جما دیا کہ اگر کوئی کہے کہ اس روئے زمین پر ابو جی سے بڑھ کر کوئی جابر شخص ہے تو میں کہوں گا کہ اس شخص سے بڑا جھوٹا بھی روئے زمین پر کوئی نہیں ہو گا۔

یہ نہیں تھا کہ اظہر اور مظہر بھائی بے حد شریف تھے اور فطرت کی یہ خباثتیں صرف میرے اندر تھیں بلکہ ان خباثتوں میں میرے بھی کان کترتے تھے لیکن چونکہ وہ مجھ سے بڑے تھے نہ صرف عمر میں بلکہ عقل میں بھی، اس لیے صاف بچ جاتے انہوں نے اپنا طریقہ واردات اس قسم کا رکھا تھا کہ ان کا جائے وقوع ابو جی کے رینج سے کم از کم دو ہزار فٹ کے فاصلے پر ہوتا تھا۔ وہ کبھی رنگے ہاتھوں نہ پکڑے گئے تھے اور میں ہمیشہ عین موقعہ واردات پر پکڑا جاتا یہی میری بدقسمتی تھی اسی وجہ سے بہت عرصہ تک ابو جی ان دونوں کو نہایت شریف اور بے ضرر سمجھتے رہے تھے اور میرے بارے میں ان کا خیال تھا کہ میری بنیادوں میں آلودہ پانی چلا گیا ہے۔ جس کی نکاسی کا اہتمام وہ اکثر و بیشتر کرتے رہتے تھے۔

ان کے اس رویے نے مجھ سے زندگی کا ہر مزہ، چھن لیا تھا صرف امی کی محبت مجھے جینے پر

مجبور کرتی تھی ورنہ میں تو نا معلوم کب کا اس سنگدل دنیا سے منہ موڑ چکا ہوتا مگر امی پر بھی ان کے مظالم کچھ کم نہ تھے بلکہ ابو جی جیسے سخت گیر شخص کے ساتھ زندگی گزارنا عمر قید بامشقت سے کم نہ تھا اور صبر عظیم کا یہ سبق میں نے امی ہی سے سیکھا تھا!

☆☆☆

اور صبح جب اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے میں نے ابو جی کے کمرے میں جھانکا وہ پانی کے ساتھ کوئی دوائی نگل رہے تھے۔ ''یہ صبح صبح کون سی دوا کھا رہے ہیں۔'' مجھے ایک لمحے کو فکر نے گھیرا پھر میں نے سر جھٹک دیا ''یقیناً وٹامن کی گولیاں لے رہے ہوں گے انہیں تو کبھی معمولی سا سر درد نہیں ہوا۔ دو گھنٹے صبح اور دو گھنٹے شام کو لمبی واک کرتے ہیں صبح کو ہلکی پھلکی ایکسرسائز بھی کرتے ہیں اپنی خوراک کا بے حد خیال رکھتے ہیں اس عمر میں بھی ان کی صحت قابل رشک ہے۔'' یہی کچھ سوچتے ہوئے میں نے کپڑے اٹھائے اور باتھ روم میں گھس گیا۔

اور تھوڑی دیر بعد جب میں بالوں میں برش کر رہا تھا تو وہ کمرے میں داخل ہوئے میرے ہاتھ سے برش چھوٹ کر ڈریسنگ ٹیبل پر گر گیا۔ وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کا چہرہ بے حد سنجیدہ ہو رہا تھا میں دل ہی دل میں جل تو جلال تو آئی بلا ٹال تو کا ورد کرنے لگا۔

''رات کتنے بجے آئے تھے۔'' وہ کافی دیر بعد گمبھیر آواز میں بولے۔

''ساڑھے بارہ بجے۔'' میں کوشش کے باوجود جھوٹ نہ بول سکا۔

''ہوں، کھانا کھا لیا تھا۔''

''جی۔''

''کل انٹرویو کیسا ہوا تھا۔'' ان کی طبیعت پوچھنے والی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

''بس ایسے ہی۔'' میں نے بھی ان کے سادہ سادہ سوالوں سے نڈر ہو کر بیڈ کے کنارے پر ٹک گیا۔

''کیا مطلب؟'' انہوں نے تیکھی نظروں سے مجھے دیکھا۔

''انٹرویو تو اچھا ہی ہوتا ہے میرا۔ آپ کو پتا ہے۔''

''ہاں تبھی تین سالوں سے کسی نے ایک بار بھی آفر نہیں کی نوکری کی۔'' وہ سلگے۔

''تو اس میں میرا کیا قصور۔'' میں نے بھی دو بدو جواب دیا۔

''انٹرویو کیا رات بارہ بجے تک تھا۔'' انہیں پھر رات یاد آ گئی۔ میں چپ رہا۔

''ایسے کب تک کرتے رہو گے زندگی یوں نہیں گزرتی۔'' وہ کچھ دیر بعد بولے۔

UrduPhoto.com

''گزر تو رہی ہے۔'' میں نے دل میں کہا۔

''تم کوئی بزنس کرلو۔'' مجھے جیسے جھٹکا لگا۔

''بزنس کیا ہوا سے ہوتا ہے پیسہ چاہیے ہوتا ہے۔''

''پیسے کی خیر ہے پارٹنر شپ کرلو کسی کے ساتھ۔''

''ابو جی آپ کو پتا ہے مجھے بزنس وغیرہ کی سمجھ کہاں، ہماری سات پشتوں میں بھی شاید کوئی بزنس مین نہیں تھا۔'' میں نے جیسے انہیں سمجھایا۔

''بزنس مین تو شاید ہو مگر تم جیسا نکما بھی کوئی نہیں تھا۔'' وہ مجھے گھور کر بولے۔

پھر ہم دونوں چپ کر گئے۔

''نوکری تمہیں مل نہیں رہی بزنس تم کرنا نہیں چاہتے پھر۔'' انہوں نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا آج ان کا موڈ کچھ فیصلہ کن سا لگ رہا تھا۔

''میرا خیال ہے تم شادی کرلو۔'' انہوں نے بم کا دھماکا میری سماعتوں کے پاس کیا، میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا کل شام تک بھی ان کا بنیادی طعنہ یہ تھا کہ کم از کم اس شہر میں مجھے کوئی عزت دار شخص اپنی بیٹی نہیں دے گا اور آج۔

''ابو جی آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔'' میں نے مشکوک نظروں سے انہیں دیکھا۔

''پاگل نہیں ہوا ابھی میں البتہ تمہاری فکر مجھے پاگل کردے گی۔'' وہ جل کر بولے۔

''آپ فکر نہ کریں اللہ مالک ہے۔'' میں نے اپنے تئیں انہیں تسلی دی۔

''میرا خیال ہے تم عائزہ سے شادی کرلو۔'' میں ابھی ان کے پہلے جھٹکے سے نہیں سنبھلا تھا کہ انہوں نے مجھے ہزار وولٹ کا ایک اور جھٹکا دیا۔

''کیا، کیا کہہ رہے ہیں آپ۔'' میں نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ ''آپ کو پتا ہے وہ لڑکی زہر لگتی ہے مجھے۔'' انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے مجھے دیکھا۔

''کبھی آئینے میں اپنی صورت دیکھی ہے کون سے سرخاب کا پر جڑے ہیں تم میں شکر کرو اس بات پر۔'' انہوں نے ملامتی انداز میں کہا۔

''جی آپ کی بڑی مہربانی۔ میں جیسا ہوں خوش ہوں بلکہ آپ کی بھانجی کے قابل نہیں۔'' میں نے بھی ادھار نہ رکھا۔

''بہر حال میں نے سوچا ہے کہ اب دو ماہ میں عائزہ سے تمہاری شادی کردوں کبھی کبھی عورت کے نصیب سے بھی رزق مل جاتا ہے اس کے علاوہ تو تم میں احساس ذمہ داری پیدا نہ ہوگا۔''

انہوں نے مجھے ذمہ دار بنانے کا انوکھا کلیہ دریافت کیا۔

''ابو جی بس بہت ہوگیا۔'' میں ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہوگیا۔

''اور اگر مجھے ذمہ دار بننا ہی ہوا تو کم از کم عائزہ نہیں۔ وہ مغرور لڑکی خود کو پتا نہیں کیا سمجھتی ہے۔ ہونہہ۔'' آخری فقرہ میں نے دل میں کہا اور باہر جانے لگا۔

''بات سنو میری غور سے۔'' وہ زور سے بولے ''تمہارے پاس صرف پندرہ دن ہیں اس بات پر غور کرو اور جواب ہاں میں ہونا چاہیے اب میں بہت عرصہ تک تمہاری یہ غیر ذمہ دارانہ حرکات برداشت نہیں کرسکتا۔'' وہ کھڑے ہوگئے۔

''کمال کرتے ہیں آپ بھی ابو جی۔ یہاں میں اپنا خرچ اٹھانے کے قابل نہیں اور آپ کسی اور کی ذمہ داری مجھ پر ڈال رہے ہیں کیا آپ اس کا بھی خرچ اٹھالیں گے۔'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔

''ہاں اٹھالوں گا تمہیں بھی تو جھیل رہا ہوں۔ مگر اب میں نے اس کام کا فیصلہ کرلیا ہے تم بھی سوچ لو۔'' وہ پتا نہیں کیا ٹھانے بیٹھے تھے۔

''پتا نہیں کیسی باتیں کر رہے ہیں اور میں اس نک چڑی کے ساتھ چند منٹ نہیں گزار سکتا اور آپ پوری زندگی کی بات کر رہے ہیں بھانجی ہوگی آپ کی میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں آئی ایم سوری۔'' میں نے کڑوے لہجے میں کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

صبح صبح یہ نیا شوشا چھوڑ کر انہوں نے میری طبیعت مکدر کردی تھی ناشتا کیے بغیر گھر سے نکل آیا کتنی دیر یونہی فٹ پاتھ پر چلتا رہا سوچ سوچ کر خون جلاتا رہا پھر بھوک نے ستایا تو اسد کی طرف چلا آیا وہ ابھی تک بستر میں اینٹھ رہا تھا مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔ پھر جتنی دیر تک وہ نہا دھو کر تیار ہوا اور اس کا ناشتا آیا میں اتنی دیر تک اس کی نیوالمز ڈیک میں لگا لگا کر اپنا غم غلط کرتا رہا۔

ناشتے کے بعد حسب معمول ہم آوارہ گردی کے لیے سڑک پر نکل آئے۔

''کیا بات ہے تمہارا منہ کیوں سوجا ہوا ہے۔'' کچھ دیر یونہی ٹہلنے کے بعد اسد نے پوچھ ہی لیا۔

''ایسے ہی۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔

''ایسے ہی کیا۔ ایسے ہی اگر منہ سوجنے لگیں تو میرا بھی سوجا ہونا چاہیے تھا۔'' اس نے ٹوکا۔

اس کے اصرار پر میں نے ابو جی کے نازل کردہ نئے فرمان کے بارے میں بتادیا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے اتنی اچھی کہ اس کا خیال میرے بے حس گھر والوں کو بھی نہیں آیا اور تمہارے ابو جی اوپر سے اتنے سخت ہیں اندر سے تمہارے لیے اتنے اچھے خیالات رکھتے ہیں ویری گڈ

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

آئی لائیک دا آئیڈیا۔'' وہ خوش ہو کر بولا۔

''بکواس نہیں کرو یہ بہتری ہے یہاں اپنے کھانے کے لالے پڑے ہیں اٹھا کر ایک اور ڈھول گلے میں ڈال لو اور ٹن ٹن بجاؤ۔ اصل میں ابو جی نے یہ بھی میری سزا کا ایک طریقہ ڈھونڈا ہے تا کہ میری ذلت میں جو کسر باقی رہ گئی ہے وہ اس طرح پوری ہو جائے لیکن میں ان کی یہ چال کامیاب نہ ہونے دوں گا۔'' میں نے پرعزم لہجے میں کہا۔

''لو بھئی تمہاری کھوپڑی تو واقعی الٹی ہے۔ وہ تمہارا بھلا کرنا چاہ رہے ہیں اور تم نہ جانے کیا سمجھ رہے ہو ویسے بھی والدین ہمیشہ اولاد کا اچھا ہی سوچتے ہیں۔'' اس نے جیسے مجھے بڑے پتے کی بات بتائی۔

''وہ اور والدین ہوں گے تمہیں میرے والد صاحب کی محبت کا پتا ہے انہوں نے آج تک مجھے ایسا نہیں کرنے دیا جس میں میری خوشی ہو۔ کپڑوں کی چوائس سے لے کر اسکول کیچکشس تک۔ میں بلیک ٹراؤزر لینا چاہتا وہ بلو لے کر دیتے کیونکہ ان کا خیال تھا وہ مجھ پر سوٹ کرتی ہے میں جس کلر کی شرٹ لینا چاہتا وہ اس کے بالکل الٹ رنگ کی لیتے کیونکہ ان کی پسند مجھ پر زیادہ سوٹ کرتی تھی پرفیوم تک اپنی پسند کا لے کر دیتے اسکول لیول سے لے کر یونیورسٹی تک انہوں نے اپنی پسند کے مضمون مجھے رکھوائے۔

اور اب شادی بھی ان کے خیال میں میرے لیے سودمند ہے بھانجی کو میرے سر منڈھ کر بہن کی نظروں میں سرخرو ہونا چاہیے بھائیوں نے اپنی پسند سے شادیاں کیں انہیں کچھ نہیں کہا ساری پابندیاں میرے لیے ہیں میں ان کی پسند پر سر جھکا دوں اور پھر وہی دن رات کے طعنے شروع کر دیں گے ان حالات میں آنے والی کی نظروں میں بھلا میری کیا عزت ہوگی۔'' بچپن سے لے کر آج تک ان کی محبت کا ایک ایک انداز میری نظروں کے سامنے گھوم گیا۔

''اچھا انہوں نے جو یہ سب کچھ تم پر مسلط کیا اور تم کرتے چلے گئے کبھی تم نے ان سب کے کرنے پر کوئی بہت بڑا نقصان برداشت کیا۔ سارے دوستوں میں سب سے اچھی ڈریسنگ تمہاری ہوتی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تمہاری نہیں تمہاری ابو کی چوائس ہوتی تھی اور اسکول لیول سے لے کر یونیورسٹی تک تمہارا رزلٹ ہمیشہ بہت اچھا رہا ہے اگر تم اپنی پسند کے کیچکشس رکھتے تو شاید اتنا اچھا رزلٹ شو نہ کر پاتے۔

تم خوش قسمت ہو کہ وہ تمہیں اس حد تک سمجھتے ہیں کہ تمہارے ذہنی رجحان کو ہمیشہ انہوں نے مدنظر رکھا جبکہ تمہیں پتا ہے کہ میرے ابو پڑھے لکھے تو ہیں مگر انہوں نے کبھی میری تعلیمی اور غیر تعلیمی سرگرمیوں میں دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ میں نے ہمیشہ اوٹ پٹانگ لباس پہنے محض اس لیے کہ وہ فیشن میں

ہوتے تھے چاہے وہ مجھ پر سوٹ کرتے یا نہ کرتے یہ تو اب کہیں جا کر عقل آئی ہے کہ انسان کو وہی کچھ پہننا چاہیے جو اس کی شخصیت کو ڈیسنٹ بنائے اور اسکول لیول سے لے کر یونیورسٹی تک میں نے چار کیچکشس بدلے اسی لیے ہر لیول پر میرا رزلٹ مختلف ہوتا تھا کبھی بہت اچھا اور کبھی بالکل لو اور تم اس معاملے میں لکی ہو کہ تمہارے ابو تمہیں اتنا سمجھتے ہیں۔'' اس نے مجھے رشک بھری نظروں سے دیکھا۔

''ہونہہ سمجھتے ہیں رہنے دو۔ سمجھتے ہوتے تو یہ نہ سمجھ جاتے کہ نوکری نہ ملنے میں میرا کوئی قصور نہیں اور اگر ہے بھی تو اس قدر نہیں کہ مجھ پر کسی انتہائی ناپسندیدہ ہستی کو مسلط کر دیا جائے۔''

''کون؟'' اسد نے چونک کر پوچھا۔

''کوئی نہیں چھوڑو۔'' میں نے اکتا کر کہا اور میں کون سا مان جاؤں گا یہ کوئی شرٹ یا ٹائی کا معاملہ تو نہیں کہ میں ڈر کر ہاں کر دوں گا۔''

''کیا زیادہ اصرار کر رہے ہیں۔'' اسد نے تشویش سے پوچھا۔

''کریں بھی تو کیا۔'' میں نے بے فکری سے کہا ''ویسے پندرہ دن سوچنے کے لیے دیے ہیں۔''

''پھر۔''

''پھر کیا۔ میری طرف سے صاف انکار ہے یار یہ کوئی مذاق ہے بھلا اپنے جیب خرچ کے لیے بھی ان کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہوں بعد میں بیوی کے لیے بھی بھائیوں اور ابو جی کی جیبیں ٹٹولوں گا۔ توبہ کرو۔'' میں نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''انہوں نے کچھ تو سوچا ہوگا۔''

''سوچتے رہیں۔'' میں نے کندے اچکائے ارے ہاں اسد یار تم کہہ رہے تھے کیوں نہ ہم شمالی علاقہ جات کی سیر کے لیے چلیں ہم چاروں۔ آج کل وہاں موسم بڑا زبردست ہو رہا ہوگا'' مجھے یکا یک خیال آیا۔''

''ہاں موسم تو اب خاصا کھل گیا ہے وہاں جانے کے لیے آئیڈیل سیزن ہے بات کرتے ہیں فہیم اور رضوان سے۔'' اسد نے میری ہاں میں ہاں ملائی۔

''پیسوں کا بندوبست ہو جائے گا۔'' اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''کر لیں گے کچھ نہ کچھ۔'' میں نے اسے تسلی دی۔

''پھر میں نے اظہر بھائی کو ابو جی کے پاس سفارش کے لیے بھیجا۔ وہ آرام سے مان گئے مگر جاتے جاتے مجھے یاددہانی کرا دی کہ'' وہ بات جو میں نے تم سے کہی ہے اس پر سوچنا اس لیے دو ہفتے سے

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

زیادہ نہ لگانا۔" میں نے سر ہلا دیا۔ اسی مسئلے سے بچنے کے لیے تو میں یہاں سے بھاگ رہا تھا۔

☆☆☆

پیسوں کے لیے میں نے تقریباً ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلائے تھے۔ اظہر بھائی مظہر بھائی شہلا بھابھی اور حتیٰ کہ بینا بھابھی کے آگے بھی وہ چاروں اپنا کماتے تھے انہوں نے بلا حیل وحجت مجھے پیسے دے دیے اور ابو جی نے بھی۔ واقعی یہ بڑی حیران کن بات تھی کہ کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ ان تینوں نے بھی اپنے اپنے گھروں سے اسی طرح رقوم اینٹھیں۔

اسد کے ماموں اسلام آباد ہوتے تھے ہم نے وہاں سے ان کی گاڑی لی، رضوان بڑا اچھا ڈرائیور تھا مری سے ہوتے ہوئے ایبٹ آباد پہنچے۔ مانسہرہ تک یہ گاڑی ہمارے ساتھ رہی پھر وہاں سے آگے کی دشوار گزار ڈرائیونگ کے لیے ہم نے جیپ ہائر کی اور ایک عدد گائیڈ بھی۔ یہ سفر میری زندگی کا یادگار سفر تھا کہ اس میں کہیں بھی ابو جی کا نگران سایہ میرے ہمراہ نہ تھا ایک عجیب سا آزادی کا طمانیت بخش احساس تھا ساری تلخیاں، پریشانیاں اور فرسٹریشن ہزاروں میل نیچے میدانی علاقے میں رہ گئی تھیں مانسہرہ سے وادی کاغان سوات اور جھیل سیف الملوک کے چھوٹے سے چھوٹے دلکش نظارے ہم نے خوب خوب انجوائے کیے۔ جنگلوں میں گھری دلکش وسرسبز وادیاں ہمیں مادی دنیا سے بہت دور لے گئیں پتا بھی نہ چلا اور پندرہ دن گزر گئے۔

سترہ دن کے انتہائی خوشگوار سفر کے بعد ہم گھر لوٹے۔ دو دن تو آرام میں گزر گئے۔ گھر کے حالات ویسے ہی تھے جیسے میں چھوڑ کر گیا تھا وہی صبح وہی شام۔ دونوں بھائیوں اور بھابھیوں کی وہی مصروف سی روٹین، لیکن ابو جی میں مجھے کچھ تبدیلی سی نظر آ رہی تھی انہوں نے صاحباں کو جیسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا وہ اپنی مرضی سے صفائی کرتی اور آدھے گھنٹے میں ان کی آنکھوں کے سامنے فارغ ہو کر بھاگ جاتی۔ بٹلر کو ڈانٹنا ڈپٹنا کچن کے سامان کی چیکنگ کرنا اور جاتے ہوئے اس کی خوردبینی نظروں سے تلاشی لینا کم کر دیا تھا وہ مجھے کچھ کمزور لگ رہے تھے البتہ لہجے کا دبدبہ اور رعب اسی طرح قائم تھا۔

رات کو اظہر بھائی اور شہلا بھابھی ساڑھے بارہ بجے کے قریب ایک دوست کی ڈنر پارٹی سے لوٹے تو ابو جی نے کھڑے کھڑے ان دونوں کی وہ عزت افزائی کی کہ انہیں کہیں بھاگنے کا رستہ نہیں مل رہا تھا شہلا بھابھی بالآخر چمک اٹھیں۔ اظہر بھائی کو باپ کا کچھ لحاظ یا ڈر تھا شہلا بھابھی کے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

"ابو جی ہم اپنی مرضی کے خود مالک ہیں آپ کو کوئی حق ہیں پہنچتا کہ آپ ہمیں آتے جاتے یوں ذلیل کریں۔ ہم اپنا کماتے ہیں اپنا کھاتے ہیں کسی کو اس کا دکھ نہیں ہونا چاہیے یہاں رہتے ہی ہیں نا

اگر آپ کہتے ہیں تو ہمیں ہمارا حصہ دیں گھر میں سے ہم کہیں اور انتظام کر لیتے ہیں۔" ان کا لہجہ تمیز اور ادب کی ساری حدیں پھلانگ گیا۔

"بہت خوب اظہر۔ خوب بیوی کو چھوٹ دے رکھی ہے اور سنو بی بی یہ کھانے کمانے کا اتنا مان نہ کرو یہ وقت سب پر آتا ہے اور گزر جاتا ہے اور جو تمہاری طرح اس کے تکبر میں آپے سے باہر ہو جاتے ہیں ان کے چہروں کو مسخ کر جاتا ہے کہ پھر ان کی اولاد بھی ان سے گھن کھانے لگتی ہے تمہیں ابھی یہ میری باتیں سمجھ نہیں آئیں گی لیکن جب آئیں گی تو تم کسی کو سمجھا نہ سکو گی۔

اور حصہ میں تمہیں کس بات کا دوں ذرا سمجھاؤ تو مجھے ایسا کیا تم نے کارنامہ انجام دیا ہے کہ میں تمہارے لیے اپنی چار دیواری کا بٹوارہ کر دوں میری مرضی ہو گی تو تمہیں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ دوں گا اپنی کمائی کا اتنا غرور ہے تو جا کر اپنا بندوبست کر لو۔

شریفوں کے گھروں کے دروازے آدھی رات کے بعد بند ہو جاتے ہیں یہ میرا گھر ہے یہاں وہی کچھ ہو گا جو میں چاہوں گا اور مجھے اپنے چند سو روپوں سے نہ ڈراؤ۔ اتنے نوٹوں کو تو میں نے ٹھوکروں میں رکھا ہے کبھی اپنی صاف ستھری کمائی کو غلاظت کے چند سکوں کے عوض غلیظ نہیں کیا۔"

ان کی طیش بھری بلند آواز سن کر مظہر بھائی اور بینا بھابھی بھی باہر آ گئے بینا بھابھی نے اس وقت بھی پنسل ہیل پہن رکھی تھی حالات کی نزاکت کے باوجود مجھے ہنسی آ گئی اور یہ ساری کاروائی میرے کمرے کے دروازے کے آگے ہو رہی تھی میں دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا۔

"تو آپ کا مطلب ہے ہم حرام کماتے ہیں رشوتیں کھاتے ہیں۔" شہلا بھابھی تڑپ اٹھیں۔

"یہ تو تمہیں پتا ہو گا کیونکہ جس بے دردی سے تم اس پیسے کو لٹاتے ہو اس کا یہی مطلب نکلتا ہے کہ اس کو کمانے میں تم نے کوئی تکلیف نہیں اٹھائی یہ آرام سے تمہاری جیبوں میں آ گیا اور Easy go Easy come میں تو یہی کہوں گا۔" انہوں نے آرام سے کہا۔

"بس ابو جی بہت ہو گیا یہاں رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہماری کوئی عزت ہی نہیں۔" اظہر بھائی شہلا بھابھی کے گھورنے پر ذرا ہمت کر کے اونچی آواز میں بولے۔

"تمہاری عزت کا تو مجھے پتا ہے بیوی کے جوتے پالش کرنے والے۔" پولیس والوں کا طرہ امتیاز یہی تو ہے کہ ان کی زبان کے آگے کوئی نا کہ نہیں ہوتا۔

"چلیں آپ بہت ہو گیا اب ہم یہاں نہیں رہیں گے۔" شہلا بھابھی نے طیش میں آ کر اظہر بھائی کا بازو کھینچا اور تن فن کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"یہاں رہنا ہے تو میرے اصولوں کی پابندی کرنی ہو گی ورنہ دروازہ کھلا ہے کل اتنی دیر کی تو

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

بیل دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی، تمہیں، سامان باہر گیٹ پر ہی مل جائے گا تمہیں۔'' ابو جی نے ان کے پیچھے جلتی ہوئی پھلجڑی پھینکی۔ اظہر بھائی نے مڑ کر کچھ کہنا چاہا مگر پھر ابو جی کی خونخوار نظروں کو دیکھ کر واپس مڑ گئے مظہر بھائی اور بینا بھابھی سین کے ٹھنڈا پڑ جانے پر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

میں نے گہرا سانس لیا اور اپنے بستر کی طرف بڑھ گیا۔

''ہاں تو صاحبزادے بہت اچھے دن گزار کر آئے ہو خوب عیش کیے ہیں آنکھوں کو بھی تراوٹ پہنچی طبیعت بھی بحال ہوئی۔'' ان کی اچانک آواز پر میں اچھل ہی پڑا وہ کمرے کے عین وسط میں آ کر کھڑے ہو گئے ''اگر ان پر فضا وادیوں نے تمہاری یادداشت پر کوئی ناخوشگوار اثر نہ ڈالا ہو تو میں یاد دلاؤں کہ میں نے جانے سے پہلے آپ سے کیا فرمایا تھا۔'' بھائی اور بھابھی کی دھلائی کے بعد بھی ان کی طبیعت سیر نہ ہوئی تھی اس لیے وہ میرا سانس خشک کرنے چلے آئے۔

''جی۔'' میں نے تھوک نگلا۔

''کیا جی۔'' وہ تنک کر بولے ان کا لہجہ صاف ڈرانے والا تھا۔

''مجھے یاد ہے۔'' میں نے بمشکل کہا۔

''صرف یاد ہے یا کچھ سوچا بھی ہے۔'' انہوں نے اوپر سے نیچے تک مجھے گھورا۔

''ابو جی ابھی تو نوکری۔'' میں منمنایا۔

''بھاڑ میں گئی تمہاری نوکری۔'' وہ زور سے بولے۔ ''اس وقت نوکری کی کوئی بات نہیں ہو رہی۔ میں نے تم سے عائزہ کے متعلق جو کہا تھا وہ پوچھ رہا ہوں اس کے بعد نوکری کے بارے میں سوچنا۔'' بچے، بادشاہ اور بوڑھے اپنی ہٹ کے پکے ہوتے ہیں کسی بات پر اڑ جائیں تو پھر انہیں کوئی نہیں ہلا سکتا۔

''ابو جی پلیز۔'' میں گڑگڑایا۔

''دیکھو عمر بہت ہو گئی۔ اب تمہیں سنجیدہ ہونا ہی پڑے گا ورنہ مجھے تمہارے ساتھ زبردستی کرنی پڑے گی اور تم جانتے ہو۔'' ان کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔

''آپ کو پتا ہے مجھے عائزہ بالکل پسند نہیں وہ.....'' میں نے کہنا چاہا۔

''کیا کیڑے پڑے ہیں عائزہ میں بھائیوں کی طرح پر کٹی کبوتریاں لانا چاہ رہے ہو جنہوں نے گھر کو بھی ہوٹل بنا رکھا ہے جواب ان دونوں کے بس کی بھی نہیں ہیں۔ عائزہ نہیں تو کوئی بھی نہیں پھر جدھر چاہے منہ مارو میری طرف سے خود کو فارغ سمجھنا یہ میرا آخری فیصلہ ہے چاہے ابھی مان جاؤ چاہے کچھ دنوں بعد۔'' وہ حتمی انداز میں بولے۔

UrduPhoto.com

''ابو جی مجھے کچھ وقت دیں۔'' کافی دیر بعد میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے پندرہ دن اور لے لو۔'' وہ فراخدلی سے بولے۔

''نہیں ایک ماہ۔''

''تمہیں وقت کی قدر نہیں ہے پندرہ دنوں سے آگے پندرہ دن اور ہوں تو مہینہ بنتا ہے مگر تمہارے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ بہر حال اگر تم ایک ماہ چاہتے ہو تو ایسے ہی سہی۔ مگر اس کے بعد ایک منٹ بھی نہیں۔ تم نے خود کو صرف ذہنی طور پر تیار کرنا ہے ورنہ فیصلہ تو میں کر چکا ہوں۔''

واقعی فیصلہ تو وہ کر چکے تھے مجھے تو محض چھیڑ رہے تھے میں نے جل کر سوچا۔

''اب سو جاؤ اور ایک ماہ میں سنجیدگی سے اس بارے میں سوچو اور ملازمت کے بارے میں بھی اب ایسا بھی اندھیر انہیں کہ کہیں تمہاری جگہ نہ ہو اپنی جگہ ڈھونڈو تبھی زندگی کی حقیقت کو جانو گے کوئی تمہیں اپنی جگہ میں سے ایک انچ بھی نہیں دے گا خود ہاتھ پیر مارو۔ یہ دوستیاں اور یاریاں تو سب وقت گزاریاں ہوتی ہیں برا وقت آ جائے تو سب سے پہلے ہی منہ موڑتی ہیں اس وقت کے آنے سے پہلے سنبھل جاؤ تو بہتر ہے اب سو جاؤ۔'' وہ جس طرح اچانک آئے تھے اسی طرح اچانک باہر نکل گئے اور جس طرح کی سوچیں وہ مجھے دے گئے گئے اس کے بعد سونا کس کافر نے تھا۔

☆☆☆

اس وقت میں فرسٹ ایئر میں تھا جب سعدیہ پھوپھو کے گھر کی چھت گر گئی جانی مالی نقصان تو اتنا نہ ہوا مگر اس چھت کے گرنے سے پھوپھو اپنے چاروں بچوں سمیت ہماری گھر اٹھ آئیں یہاں ابو جی کی سخت گیر طبیعت کے ہاتھوں امی پہلے ہی گھٹ گھٹ کر زندگی گزار رہی تھیں پھوپھو کے آ جانے سے گویا نہلے پہ دہلا ہو گیا پھوپھو ایک ایک بات نمک مرچ لگا کر ابو جی کو بتاتیں ابو جی تو پہلے ہی سوا نیزے پر سوار رہتے تھے آملیٹ میں نمک تیز ہو جاتا وہ امی کی سات پشتوں کے بخیے ادھیڑ چاتے قمیص کے کالر پر ذرا سی میل لگی رہ جاتی وہ پل بھر میں امی کی ساری خدمتوں پر پانی پھیر دیتے۔

امی رات کو دودھ ٹھنڈا دے جاتیں تو نانی مرحومہ ساری رات قبر میں کروٹیں لیتے بتا دیتیں ہوں گی۔ پھوہڑ ماں کی بدسلیقہ بیٹی۔ یہ ایک عام سا جملہ تھا جو ابو جی دن کے ہر گھنٹے میں چار بار دہراتے تھے اور امی کو بھی ان کے اس جملے سے اب کوئی اختلاف نہیں رہا تھا۔

سعدیہ پھوپھو بھائی کے مزاج کے بالکل برعکس تھیں بھائی کے آگ بگولہ غصے کے برعکس ان کا مزاج ٹھنڈا ٹھار تھا تینوں بھتیجوں کو دن میں کئی بار ساتھ لپٹا لپٹا کر پیار کرتیں امی کا بھی ہاتھ بٹاتیں بلکہ اس نک چڑھی عائزہ کو بھی اکثر ساتھ لاتیں۔ وہ اس وقت نائلتھ میں تھی ان کے اتنے میٹھے رویے کے

باوجود امی کو سعدیہ پھوپھو ذرا اچھی نہیں لگتی تھیں جس طرح ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں اس طرح ایک سلطنت کے دو حکمران نہیں ہو سکتے اس وقت شاید امی کے بھی ایسے ہی خیالات تھے اور سعدیہ پھوپھو خبر ہی نہ ہوتے دیتیں نہ جانے کس وقت ابو جی کے کانوں میں زہر اتار جاتیں اور وہ بات بے بات بھڑکنے لگتے امی رونے لگتیں حالانکہ میرے خیال میں ابو جی کا رویہ امی کے ساتھ پھوپھو کے آنے سے کچھ بہتر ہو گیا تھا جھاڑ جھنکار کچھ کم ہونے لگی تھی لیکن اس کے باوجود ابو جی کے ذرا اونچا بولنے سے امی رونے لگتیں شاید حساس زیادہ وہ گئی تھیں یا پھوپھو کے سامنے زیادہ انسلٹ محسوس کرنے لگی تھیں۔ وجہ بہر حال کچھ بھی تھی وہ خود کو جیسے بہت تنہا محسوس کرنے لگی تھیں اور مجھے لگتا ابو جی اور ان کی بہن کے ظلم و ستم کا شکار صرف میں اور امی ہی ہو رہے ہیں اسی لیے میں امی کے اور بھی قریب ہو گیا۔

اسکول سے آنے کے بعد سارا وقت ان کے گھٹنے سے لگا رہتا ابو جی کے آنے کے وقت کتابیں لے کر بیٹھ جاتا اور وہ عائزہ سارا دن کتابوں میں سر دیے بیٹھی رہتی ویسے بھی ان لڑکیوں کی فطرت میں بڑا کمینہ پن ہوتا ہے اپنی فطری کمزوریوں کو چھپانے کے لیے ایسی ایسی اوچھی حرکتیں کرتی ہیں کہ باپ ٹائپ لوگ خواہ مخواہ ان سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

وہ سارا دن کتابیں رٹتی ابو جی کے آفس سے آتے ہی ان کے آگے پیچھے پھرتی۔ ان کے گھر کے کپڑے باتھ روم میں لٹکاتی وہ بوٹ اتارتے وہ سلیپر لا کر ان کے قدموں میں رکھ دیتی وہ نہانے جاتے وہ دوڑ کر جاتی اور پھوپھو سے چائے بنوا کر ان کے نکلنے تک ٹیبل پر لا سجاتی چائے کے دوران ان سے ادھر ادھر کی باتیں یونہی کیے جاتی اور میں اپنے کمرے کی کھڑکی سے بیٹھا اس کی ساری چھچھوری حرکتیں دیکھ کر کڑھتا رہتا اور ابو جی بھی دل و جان سے اس پر فریفتہ تھے آتے جاتے عائزی عائزہ کرتے رہتے اور وہ کمینی جی ماموں جی ماموں جی کرتی رہتی اور مجھے دیکھتے ہی ابو جی کے منہ سے جو نیم گھلتی تھی اسے دیکھتے ہی شکر بن جاتی۔

جب مجھ سے برداشت نہ ہوتا تو میں امی کے آگے ابو جی کی بے انصافی کے دکھڑی روتا ادھر امی کے پاس بھی ہزاروں گلے ہوتے جب تبادلہ خیال سے دل کی بھڑاس نہ نکلتی تو میں جل کڑھ کر گھر سے نکل جاتا اور یہ میرا اور امی کا متفقہ فیصلہ تھا کہ دونوں ماں بیٹی جادوگرنیاں ہیں مکار اور چالاک۔ عاقب زیادہ تر اپنے ابو کے ساتھ تعمیر ہوتے گھر کی نگرانی کرتا وہ میٹرک میں تھا اسکول سے سیدھا ادھر ہی چلا جاتا صرف رات کو سونے کے لیے آتا اور باقی دونوں چھوٹے تھے یعنی انہیں ابھی یہ چالاکیاں نہ آئی تھیں۔

ایک دن میں کالج سے آیا تو وہ چالاکو، اپنا رزلٹ کارڈ لیے ایک ایک کے آگے پیچھے پھر رہی

تھی اس کا اے ون گریڈ آیا تھا دسمبر ٹیسٹ میں اس نے میری آنکھوں کے آگے بھی کارڈ لہرایا میں نے ہونہہ، کہہ کر پرے جھٹک دیا ابو جی نے اسے فوراً دو سو روپے نکال کر دیے اور گفٹ دینے کا وعدہ بھی کیا۔

اور صرف دو دن بعد بذریعہ ڈاک میرا رزلٹ کارڈ گھر آ گیا بدقسمتی سے وہ ہاتھ بھی ابو جی کے لگا اور کالج کے شروع کے دن تو میں نے کتابوں کو کھول نہیں دیکھا تھا رزلٹ بھی ویسا ہی آنا تھا اور پھر وہ انیلا والا واقعہ بھی تازہ تھا صبح تو میں رزلٹ کارڈ کا سنتے ہی ناشتہ کیے بغیر کالج بھاگ گیا اور شام کو جب ابو جی گھر آئے تو میں تیزی سے اسٹور میں جا کر لحاف میں گھس گیا ابو جی یونیفارم میں ہی میری تلاش میں کمرے میں آئے صبح جب میرا رزلٹ آیا تھا عائزہ اسکول جا چکی تھی ابو جی نے کمرے سے نکلتے ہی اس سے میرے بارے میں پوچھا تو اس نے کہہ دیا۔

''ماموں جی عمر بھائی تو اسٹور کی طرف گئے ہیں۔ بس اس کے بعد جو میرے ساتھ ہوا وہ ناقابل ذکر ہے ہاں بچایا مجھے ابو جی کی عتاب سے..... پھوپھو نے۔ لیکن مجھے عمران نے بتا دیا کہ آپ کے بارے میں ماموں جی کو عائزہ آپی نے بتایا، بس اس دن سے میرے دل نے فیصلہ دے دیا کہ اس لڑکی سے اب زندگی کے ہر محاذ پر صرف جنگ ہو گی یا نفرت نہ مفاہمت نہ محبت۔

کتنے دن میں نے سوچتے گزار دیے کہ اس دن کی مار کٹائی کا بدلہ کیسے لیا جائے۔ اگرچہ کسر تو میں نے بھی کوئی نہیں چھوڑی تھی چھوٹی چھوٹی شرارتیں تو معمول کا حصہ بن گئی تھیں وہ ابو جی کے لیے چائے بنانے جاتی میں جا کر اس میں چپکے سے نمک ڈال دیتا اس کا ہوم ورک خراب کر دیتا ابو جی نے اسے بلا بھیجنا میں نے کہہ دینا وہ نہیں آ رہی لیکن ان سب باتوں کے باجود ابو جی ابھی بھی اسے عائزی عائزی ہی پکارتے رہتے تھے۔

پھر اس کے نویں جماعت کے فائنل امتحان تھے۔ صبح اس کا فزکس کا پیپر تھا پڑھتے پڑھتے وہ اٹھ کر پھوپھو کے پاس آ گئی میں نے آرام سے اس کی کتاب اور نوٹ بک اٹھائی اور اپنے کمرے کی الماری کی چھت پر رکھ دی اور خود کرکٹ کھیلنے چلا گیا۔ جب مغرب کے بعد میں گھر لوٹا تو گھر میں عائزہ بی بی کے آنسوؤں سے بھونچال آیا ہوا تھا مگر میں نے پوچھا بھی نہیں ابو جی اس دن شہر سے باہر دورے پر گئے ہوئے تھے اس لیے مجھے آج ان کی فکر نہ تھی اس دن خدا جانے کس بات کی ہڑتال تھی کہ سب دکانیں بھی بند تھیں بیچارے مظہر بھائی کہہ رہے تھے کہ وہ بازار سے کتاب لا دیتے اگر دکانیں بند نہ ہوتیں۔ سب دوستوں کو فون کر دیا کوئی بھی پیپر سے ایک شام پہلے کتاب دینے کو تیار نہ تھی اب تو عائزہ بی بی کے آنسو بھی سوکھ چلے تھے گلا رو رو کر بند ہو گیا لیکن مجھے خوشی راس نہیں آئی کہ ابو جی دورے سے اچانک بلا وجہ وہ واپس آ گئے رات دس بجے عائزہ کی کتاب اور نوٹ بک کی از سر نو تلاشی شروع ہوئی۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

اور ابو جی کا پہلا اور آخری شک مجھ پر تھا لہٰذا میرے کمرے کی ایک ایک چیز الٹ پلٹ کی گئی اور کچے چور کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ مال مسروقہ اپنے ہی کمرے میں رکھ چھوڑا جو تھوڑی سی تگ و دو کے بعد ابو جی نے لماری کے اوپر سے برآمد کر لیا۔

اور آگے تو بتانے کی ضرورت نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہاں میں دو دن کالج نہ جا سکا۔ بے شک نشان تو کمر پر پڑے تھے لیکن درد نے دو دن بستر سے ہلنے نہ دیا اور اس دن میں نے نئے سرے سے اپنے دل میں ٹھان لی کہ دنیا میں قابل نفرت اگر کوئی ہے تو وہ عائزہ ہے جس کی وجہ سے میری اتنی معمولی سی شرارت کا اتنا بھیانک نتیجہ نکلا ویسے بھی اس عمر میں اپنی سب شرارتیں معمولی نظر آتی ہیں۔

پھر اس کے بعد میں نے عائزہ کو کبھی منہ نہ لگایا اور اس نے بھی ایسی کوئی کوشش نہ کی جس سے ظاہر ہو کہ اسے اپنے کیے پر ذرا سی بھی شرمندگی ہے ہمارے درمیان ایک سرد سی بیگانگی ہمیشہ کے لیے پیدا ہو گئی۔

پھر امی کو جو دکھ پھوپھو کے ہاتھوں ملے۔ ان کے گھر کی تعمیر میں سارا پیسہ ابو جی نے لگایا بقول امی کے ایک لیکچرار کی بھلا اتنی اوقات کہاں کہ اتنا شاندار گھر بنا سکے اور پھر وہ جو ابو جی کے کان بھرا کرتی تھیں بس میرا دل اس خاندان سے ہمیشہ کے لیے کھٹا ہو گیا۔ پھوپھو عجیب چاپلوس سی لگا کرتیں اور اب ابو جی مجھے اسی ناپسندیدہ لڑکی سے ہمیشہ کے لیے رشتہ جوڑنے کو کہہ رہے تھے میں جس کی شکل بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتا تھا۔ پھر امی کی روح مجھ سے کتنا خفا ہوتی توبہ میں توبہ کرتا سو گیا۔

☆☆☆

پھر مزید پندرہ دن گزر گئے میں جہاں ابو جی نظر چرا کر گزر جاتا انہوں نے بھی دوبارہ مجھ سے کچھ نہ کہا اور ایک ایک کر کے مزید پندرہ دن گزر گئے نہ تو میں عائزہ کے لیے اپنے ذہن کو تیار کر سکا اور نہ دیے گئے پانچ انٹرویو میں سے کسی ایک کے لیے کوالیفائی کر سکا۔ ہر طرف مایوسی اور ناامیدی سی تھی اسد کو اس کے ابو نے اس کے چچا کے پاس کراچی بھجوا دیا تھا رضوان کو پی ٹی اے میں جاب مل گئی تھی فہیم اپنے بھائیوں کے ساتھ جنرل اسٹور پر بیٹھنے لگا ایک ہی مہینے میں میں جیسے تنہا ہو گیا کبھی کبھار فہیم کے پاس جا بیٹھتا تو اس کے بھائیوں نے غصیلی نظروں سے گھورنا شروع کر دیا۔ نتیجتاً میں نے وہاں جانا بھی چھوڑ دیا اسد کے جانے کے بعد صرف ایک فون آیا تھا اس کے بعد وہ بھی مصروف ہو گیا تھا۔

دن رات کا اکلاپا مجھے مارنے لگا اب تو یہ حالت تھی کہ کوئی مجھے کلرک بھی بھرتی کر لیتا تو میں نے ہامی بھر لینی تھی ابو جی سارا دن گھر سے غائب رہتے اور میں دل میں شکر ادا کرتا ورنہ ان کے سوالوں کے جواب دینا بڑا مشکل تھا۔

آج ابو جی کی دی گئی مہلت کا آخری دن تھا وہ دوپہر کا کھانا کھا کر گھر سے نکلے تھے اور اب رات کے نو بج رہے تھے وہ ابھی تک نہ لوٹے تھے دونوں بھائی اور بھابیاں گھر پر ہی تھے ہم سب نے نو بجے تک ان کا انتظار کیا اور پھر کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

میں تو جاتے ہی بستر میں لیٹ گیا لائٹ آف کر دی اور سو تا بن گیا۔ لیٹے لیٹے دس بج گئے مگر نہ تو ڈور بیل ہوئی اور نہ ہی ابو جی کے آنے کا پتا چل سکا۔ مجھے کچھ فکر سی ہونے لگی رات گئے تک وہ کبھی گھر سے باہر نہ رہے تھے پھر گیارہ بج گئے اور پھر بارہ۔ میں بے چینی سے اٹھ کر باہر آ گیا دونوں بھائیوں کے کمرے بند تھے گھر میں ہو کا عالم تھا میں کچھ دیر گیٹ کے پاس ٹہلتا رہا پھر ان کے کمرے میں آ گیا۔ کمرہ خالی تھا اور بھائیں بھائیں کر رہا تھا میں کچھ دیر کھڑا دیوار پر لگی ان کی سنہری فریم شدہ جمبو سائز فل یونیفارم میں اتری تصویر کو دیکھتا رہا اور پھر واپس آ کر لیٹ گیا پھر مجھے نیند آ گئی۔

صبح ہر وقت روشنی پھیلی ہوئی تھی جب فون کی مسلسل بیل سے میری آنکھ کھلی میں نے ٹائم دیکھا آٹھ بج رہے تھے گھر کا سناٹا بتا رہا تھا کہ ابھی کوئی نہیں اٹھا ابو جی تو سیر سے لوٹ آئے ہوں گے پھر فون کیوں نہیں اٹینڈ کر رہے میں نے لیٹے لیٹے سوچا۔

''ابو جی رات کو کب آئے ہوں گے'' مجھے یاد آیا'' پتا نہیں آئے بھی کہ نہیں۔'' ایک دم سے ہول کر اٹھا اور فون کی طرف ننگے پاؤں بھاگا میرے اسٹینڈ تک پہنچتے پہنچتے بیل خاموش ہو گئی مجھے عجیب سی الجھن ہونے لگی کچھ دیر یونہی فون کے پاس کھڑا رہا۔

پھر سست قدموں سے ابو جی کے کمرے کی طرف بڑھا ہاتھ بڑھا کا دروازہ پش کیا۔

ان کا کمرہ ویسے ہی تھا جیسا میں رات کو دیکھ کر گیا تھا بستر بالکل بے شکن تھا۔ اور کمرے کی لائیٹ رات سے ویسے ہی جل رہی تھی میرا دل دھک سے رہ گیا۔

''کیا ابو جی رات بھر گئے نہیں آئے۔''

ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا تھا اپنی جاب کی انتہائی مصروفیت کے باوجود بھی وہ حتی الامکان کوشش کرتے کہ رات کو ضرور آ جایا کریں اور آج۔ میں پریشان ہو گیا اور باہر لاؤنج میں گیا پھر کمرے میں آ کر سلیپر پہنے اور دوبارہ لاؤنج کی طرف آ گیا فون کی خاموش بیل مجھے بے چین کر رہی تھی۔ اسی وقت بینا بھابھی ٹک ٹک کرتی کمرے سے نکلیں۔

''کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے کہیں خدانخواستہ نوکری تو نہیں مل گئی تمہیں۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولیں۔

''بھابھی ابو جی رات کو گھر نہیں آئے۔'' میں نے ان کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

UrduPhoto.com

''اچھا نہیں اب اس عمر میں رات گھر سے باہر گزارنے کا شوق چرایا ہے۔ ظاہر ہے جو شخص دوسروں کے لیے ہمہ وقت God's Messenger بنا رہے خود کچھ کرنے کے لیے گھر سے باہر ہی جگہ سلیکٹ کرے گا۔'' ان کا لہجہ ناقابل برداشت تھا۔

''شٹ اپ۔'' میرا دل چاہا ان کا منہ نوچ لوں۔

''اس میں اتنا خفا ہونے والی کون سی بات ہے تم انہیں کیا سمجھتے ہو۔ عمر میاں ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔'' شہلا بھابھی آنکھیں ملتی آئیں اور بینا بھابھی کے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بولیں۔

''توبہ ہے ہم اس رات ذرا ایک گھنٹہ لیٹ ہو گئے تھے تو جناب نے زمین آسمان ایک کر دیے تھے سامان باہر نکالنے کی دھمکی دے ڈالی تھی اب کوئی انہیں کوئی کچھ کہنے والا ہو تو پوچھے نا۔'' ان کا لہجہ زہر خند تھا اس سے پہلے کہ میں انہیں کوئی سخت جواب دیتا اسی وقت پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی میں نے لپک کر ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف کوئی اجنبی آواز تھی۔

''کس کا فون ہے۔'' اظہر بھائی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مجھ سے پوچھا میں کندھے اچکاتا ہوا فون کی طرف متوجہ ہوا۔

''جی یہ حیات احمد کا گھر ہے سابق ایس پی۔'' کوئی پوچھ رہا تھا۔

''جی جی۔ یہ انہیں کا گھر ہے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''آپ ان کے کون بول رہے ہیں۔'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''میں ان کا بیٹا بول رہا ہوں۔''

''آپ کو معلوم ہے وہ کہاں ہیں۔''

''جی وہ رات سے گھر پر نہیں ہیں۔'' میں نے کچھ ہچکچا کر کہا۔

''آپ نے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی۔'' مخاطب کا انداز کچھ جتانے والا تھا۔

''جی جی ہاں۔'' میں نے ہکلا کر کہا۔

''خیر میں میو ہاسپٹل سے ڈاکٹر الطاف بات کر رہا ہوں کارڈیالوجی سیکشن سے، آپ کے والد یہاں ہیں آپ برائے مہربانی فوراً پہنچیں تھینک یو۔'' کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور مجھے ریسیور رکھنا دشوار ہو گیا۔

''کیا ہوا کس کا فون تھا۔'' مظہر بھائی بھی اٹھ کر آ گئے تھے اور اب صوفے پر بیٹھے جمائیاں لے رہے تھے۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

''میو ہاسپٹل سے کوئی ڈاکٹر الطاف تھے کہہ رہے کہ ابو جی وہاں ہیں۔'' میں نے مری مری آواز میں کہا اور ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

''وہ وہاں کیا کر رہے ہیں بھلا یہاں ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ دوسروں کو احساس ذمہ داری پر ہر وقت لمبا چوڑا لیکچر پلاتے رہتے ہیں اور اپنا پتا نہیں کہ رات بھر گھر نہیں آئے اور اطلاع دینے کی بھی زحمت نہیں کی'' شہلا بھابھی نے کچن سے انڈے پھینٹتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔

''تم نے پوچھا نہیں کہ کیا مسئلہ ہے۔'' اظہر بھائی نے بیوی کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں انہوں نے فون بند کر دیا۔'' میں باہر کی طرف بڑھا۔

''ٹھہرو عمر میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔'' جب میں بائیک باہر نکال رہا تھا اظہر بھائی نے مجھے پیچھے سے پکارا۔

''گاڑی سے چلتے ہیں کیا پتا ان کی طبیعت ٹھیک نہ ہو۔'' وہ پورچ کی طرف بڑھتے ہوئے بولے میں نے خاموشی سے بائیک دوبارہ پورچ میں کھڑی کر دی۔

تھوڑی دیر بعد ہم ڈاکٹر الطاف کے کمرے میں بیٹھے تھے۔

''کیا آپ لوگوں کو خبر نہیں انہیں تقریباً دو سال سے انجائنا کی تکلیف تھی اور وہ ڈاکٹر صفدر کے مستقل پیشنٹ تھے۔

کل شام کو بھی شاید انہیں تکلیف ہوئی وہ ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لیے گئے کیونکہ ان کے والٹ سے کل شام کا نسخہ نکلا ہے ڈاکٹر نے انہیں مکمل بیڈ ریسٹ اور ذہنی کھچاؤ سے بچنے کی ہدایت دی تھی پتا نہیں پھر وہ گھر کیوں نہیں گئے۔ پھر تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے بعد انہیں اٹیک ہوا تقریباً رات کے دس اور گیارہ کے درمیان۔

وہ سڑک کے کنارے گر گئے وہاں سے انہیں ایک راہ گیر اپنی گاڑی میں ڈال کر یہاں لایا اور رات ایک بجے تک آئی سی یو میں ہم نے ان کی جان بچانے کی حتی الامکان کوشش کی مگر۔''

ڈاکٹر گہرا سانس لے کر چپ ہو گیا اور مجھے لگا جیسے کسی نے تیز دھار آلے سے میرے بدن سے میری روح کھینچ لی ہو میں نے خالی نظروں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔ اظہر بھائی کی کیا حالت تھی مجھے اس کی خبر نہیں۔

''اور ہم ان کی ڈیڈ باڈی کو لاوارث اناؤنس کرنے والے تھے کیونکہ ان کی جیبوں سے کچھ نہیں نکلا تھا کہ صبح تقریباً ساڑھے سات بجے وہی رات والا راہ گیر مسٹر انور ان کا والٹ لے کر آ گیا جو

اس کی گاڑی میں گر گیا تھا۔ والٹ سے ان کا آئی ڈی کارڈ اور گھر کا فون نمبر وغیرہ ملا تو ہم نے فون کیا۔'' ڈاکٹر نے کچھ دیر بعد کہا۔

''آیئے میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔ ایمبولینس بھی تیار ہے۔''

اور میں اپنے بے جان وجود کو گھسیٹتا ہوا ان دونوں کے پیچھے چل پڑا۔

سفید چادر میں لپٹا سرد خانے میں پڑا ان کا سرد وجود میری دھڑکنوں کو سرد کرنے لگا سینکڑوں لاوارث لاشوں کے درمیان پڑا ان کا بے جان وجود جیسے ہمارا مذاق اڑا رہا تھا۔

''میری تو دعا ہے کہ مرتے دم تمہارے ہاتھوں سے ایک چمچہ پانی کا نہ لوں۔ خدا مجھے تمہارا محتاج نہ کرے۔'' اور خدا نے ان کے کہے کی لاج رکھ لی۔

اور جب ڈاکٹر نے ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو یک لخت جیسے میرے جسم میں کرنٹ دوڑ گیا میں تڑپ کر آگے بڑھا اور دونوں ہاتھوں سے ان کا سرد چہرہ تھام کر انہیں بے تحاشا چومنے لگا۔

''ابو جی ابو جی یہ کیا کیا آپ نے کوئی ایسے خفا ہوتا ہے۔ ابو جی ابھی تو مہلت کے چند گھنٹے باقی تھے آپ مجھ سے اس درجہ مایوس ہو گئے تھے کہ مجھ سے جواب لینا بھی گوارا نہیں کیا۔ یہ کیا کیا ابو جی آپ نے مجھے کیوں تنہا چھوڑ گئے ہیں ابو جی میں کیا کروں گا۔'' میرے آنسو ان کی بند آنکھوں پر گرنے لگے۔

''عمر حوصلہ کرو۔ چلو ابو جی کو گھر لے چلتے ہیں اٹھو۔'' اظہر بھائی نے مجھے کندھے سے پکڑ کر اٹھایا۔

''نہیں نہیں ابو جی نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ انہوں نے مجھے دھوکا دیا ہے ابو جی یہ فاؤل ہے یہ چیٹنگ ہے ابھی چند گھنٹے تھے مہلت کے پھر آپ نے مجھ پر بھروسا کیوں نہیں کیا۔'' میرے ہاں نہیں کیے بغیر ہی مجھ سے خفا ہو گئے مجھ سے پوچھا تو ہوتا میں کیا آپ کی بات سے انکار کرتا ابو جی ابو جی پلیز ایسا نہ کریں۔'' میں پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اظہر بھائی نے مجھے کھینچ کر اپنے ساتھ لگا لیا اور مجھے گاڑی کی طرف لے گئے اور اب وہاں رکھا بھی کیا تھا ان کا خاموش وجود ان کی گھن گرج کڑک اور دبدبہ سب خاموش ہو گئے تھے ایک دم سے چپ!

☆☆☆

اور میں جو یہ سمجھتا تھا کہ مجھے ابو جی سے ذرا برابر محبت نہیں ان کے جانے کے بعد مجھ پر انکشاف ہوا کہ میں تو پورا پورا ان کی محبت میں جکڑا ہوا تھا اتنا سناٹا اتنا سوگ تو امی کے بعد میرے اندر نہ اترا تھا جتنا ابو جی کے جانے کے بعد میرے چاروں طرف پھیل گیا تھا اداسی تنہائی اور سناٹے کے جنگل

میں جیسے میرا تنہا وجود بھٹک رہا تھا۔

اور کسی کی محبت بھری کڑک مجھے راستہ دکھانے نہیں آ رہی تھی میں گھنٹوں چپ چاپ بیٹھا رہتا کوئی مجھے آواز بھی نہ دیتا اپنا ہی نام سننے کے لیے میرے کان ترس جاتے میں جو ابو جی کے کمرے سے ہمیشہ کترا کر گزرتا تھا اب سارا سارا دن ان کے کمرے میں بیٹھا ان کی تصویر کو تکتا رہتا۔ کتنی شکایتیں ان کہی باتیں اور گلے جو میرے اندر دم توڑ رہے تھے میں ان کی تصویر کو سناتا رہتا۔

دونوں بھائی اور بھابھیاں چند ہی دنوں میں اپنے روٹین کے کاموں میں مگن ہو گئے جیسے کچھ ہوا نہ تھا اور واقعی ان کے لیے کچھ بھی نہ ہوا تھا وہ تو محض دن میں اک آدھ بار ان سے ملا کرتے تھے اب وہ ملنا بھی نہ رہا تو انہیں کیا فرق پڑتا تھا بلکہ انہیں تو جیسے آزادی مل گئی تھی جب چاہتے رات کو واپس آتے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں رہا تھا۔

صاحباں سے شہلا بھابھی نے کہہ دیا تھا۔ ''صبح کو آ کر ناشتہ بنا دیا کرے اور صفائی دھیان سے کیا کرو۔''

اور واقعی اس نے دھیان سے صفائی کرنا شروع کر دی کچن میں سے راشن جلد جلد ختم ہونے لگا آٹا چینی تو ہر دوسرے ہفتے ختم ہونے لگے دونوں بھائیوں کے کمرے تو وہ اچھی طرح صاف کر دیتی باقی گھر میں صرف پھیرا ہی ڈال کر چل دیتی ڈرائنگ روم کے صوفے گرد سے اٹ گئے۔ قالین سے مٹی جھانکنے لگی ابو جی کے ہاتھوں کے خریدے ہوئے قیمتی مینٹل پیس دھول کی نذر ہونے لگے ابو جی کے کمرے سے قیمتی چیزیں غائب ہونے لگیں اور اس کمرے میں تو دوبارہ کسی نے جھانک کر بھی نہ دیکھا تھا جیسے وہاں کسی بھوت کا بسیرا ہو گیا ہو۔

میرے کمرے کی صفائی وہ اکثر کرنا بھول جاتی۔ تنخواہ تو اسے شہلا بھابھی دیتی تھیں بیٹا بھابھی اکثر اس کی مٹھی گرم کرتی رہتی تھیں میرے بیوا بھلا وہ کس خوشی میں کرتی مجھے دیکھتے ہی بد دماغ عورتوں کی طرح ماتھے پر آنکھیں رکھ لیتی اور بڑے احسان سے مجھے ناشتہ بنا کر دیتی ساتھ ساتھ مہنگائی کا رونا رونے لگتی اور جب دیکھتی اس کے رونے، بیکار جا رہے ہیں تو برتن پٹخنے لگتی۔

اور وہ بٹلر گیارہ بجے سے تین بجے تک مختاری اس کے ہاتھ آ جاتی جو چیزیں صاحباں کے ہاتھوں بچ جاتیں اس پر وہ نذیر ہاتھ صاف کر جاتا اس کے جانے تک شہلا بھابھی آ جاتی تھیں وہ خوب نمک مرچ لگا کر صاحباں کی کارگزاریاں اور فریب کاریاں سناتا۔ بھابھی کی ہمدردیاں بٹورتا اور کتنی رعایتیں حاصل کرتا۔

ابو جی کی زندگی میں وہ چاروں حتی الامکان میری سائیڈ لیا کرتے تھے اور اب کچھ دنوں سے

UrduPhoto.com

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ چاروں مجھے دیکھ کر کچھ ناگواری کا اظہار کرتے ہیں اس کا اندازہ مجھے اگلے روز ناشتے پر ہوا۔ شہلا بھابھی اس دن گھر پر تھیں جب صاحباں نے آملیٹ کے ساتھ تین سلائس اور دودھ کا گلاس میرے آگے رکھا تو شہلا بھابھی نہ جانے کیوں اس پر برس پڑیں۔

''یہ گھر ہے کوئی لنگر خانہ نہیں جسے دیکھو سر چڑھا مہمان بنا جا رہا ہے دن رات جان مارتے ہیں تو چار پیسے ہاتھ آتے ہیں اور بازار جاؤ تو پتا چلے کتنے روپوں کے سیر ہیں۔

ہم بچت کیے ہلکان ہوئے جا رہے ہیں کہ اس گھر کی ساکھ بنی رہے مگر کسی کو احساس ہو تب نا۔ ہر چیز پانی کی طرح بہائی جاتی ہے جیسے یہ سب حرام کی کمائی سے آ رہا ہو اور تیری آنکھوں میں تو صاحباں شاید دم نہیں رہا ایک آملیٹ بنانے کے لیے آدھا ڈبہ گھی کا الٹ دیتی ہے جیسے گھی نلکوں سے آتا ہے۔'' آخر انسان میں کچھ تو احساس ہونا چاہیے۔''

''یہاں کون بے احساس ہوا جا رہا ہے آخر ہم بھی برابر کا حصہ ڈالتے ہیں، کوئی مفت تو روٹیاں نہیں توڑتے جو آپ سب کے ساتھ ہمیں بھی رگڑا لگا رہی ہیں۔'' بینا بھابھی پتا نہیں کہاں سے ٹپک ٹپک کرتی آ نکلیں۔

''سارا دن جو گھر سے باہر جان کھپاؤ تو پھر طعنے سنو کہ ہمیں احساس نہیں'' وہ تلملائیں۔

''ویسے تو میں تمہیں نہیں کہہ رہی جو تمہیں اس قدر برا لگا ہے میں صاحباں سے کہہ رہی تھی کہ احتیاط کیا کرے اتنی مہنگائی کا زمانہ ہے اور اگر تمہیں اس قدر زعم ہے اپنے حصے کا تو الگ الگ کر لو اپنا کھانا پینا۔ خود ہی پتا چل جائے گا کون کتنا حصہ ڈالتا ہے اور کون یونہی، سب کچھ اڑا جاتا ہے۔'' شہلا بھابھی نے پانسہ پلٹا۔ نوالے میرے حلق میں اٹکنے لگے میں ناشتہ اسی طرح چھوڑ کر اٹھ آیا کمرے تک آتے آتے آنکھیں بھیگ گئیں۔

''ابھی تو باپ کی کمائی پر عیش کر رہے ہو نا اس لیے پتا نہیں چلتا کل کو میں نہ رہا تو پھر دیکھوں گا کون تمہیں بٹھا کر دو وقت کی کھلاتا ہے۔'' ابو جی سامنے کرسی پر بیٹھے تھے میں سسک اٹھا۔

''ابو جی آپ نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا۔'' وہ مسکرائے۔

''اگر میں اس رات واپس آ جاتا گھر تو اپنی ایمانداری سے بتاؤ کیا تم وہی کہتے جو میں سننا چاہتا تھا عمر سچ بولنا۔'' وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولے تو میرا سر جھک گیا۔

☆☆☆

پھر جوں جوں دن گزرتے گئے نشتر بڑھتے گئے تیر سیدھے نشانے پر بیٹھنے لگے بھابھیوں کے

ساتھ اب بھائیوں کی نظریں بھی بدلنے لگیں گھر کی دیواریں جیسے سمٹنے لگیں میں جیسے ہی گھر میں داخل ہوتا سارے گھر کی اینٹیں مل کر شور مچانے لگتیں۔

آٹا مہنگا ہو گیا ہے۔ چینی کا ریٹ دو روپے بڑھ گیا ہے۔ دودھ تین روپے کلو مہنگا ہو گیا ہے۔ پیسہ محنت سے کمایا جاتا ہے۔ خون پسینہ ایک کر کے دو چار ہزار کی شکل نظر آتی ہے۔

ایک اینٹ چلاتی۔ ''تمہیں نہیں پتا انڈے مہنگے ہو گئے ہیں۔'' دوسری کہتی ''اور آلو۔ آلوؤں کو دیکھو ان کے بھی بھاؤ آسمان کو چھونے لگے۔'' تیسری اینٹ شور مچاتی ''پیاز تو آج کل پاکستان میں اگ ہی نہیں رہے۔'' چوتھی اینٹ کہتی ''دفع کرو اس مہنگائی کو تمہیں پتا ہے اس بار بجلی کا بل کتنا آیا ہے'' دوسری کہتی ''اور جو گیس کا بل آیا ہے وہ۔'' تیسری کہتی ''فون تو لگتا ہے اس بار کٹ ہی جائے گا۔''

برآمدے کا ستون کہتا ''بھلا یہاں احساس ہی کس کو ہے جن کے منہ کو مفت کی چاٹ لگی ہے وہ ان باتوں کی پرواہ کب کرتے ہیں بابا۔''

کمرے میں آتا تو گندا بستر گرد آلود فرش دھول میں اٹی ہوئی کرسی پر پڑے میرے میلے کپڑوں کا ڈھیر منہ چڑھا رہا ہوتا۔

''لانڈری والا گاؤں گیا ہوا ہے ایک مہینے کے لیے اظہر کے اور اپنے کپڑے میں نے خود دھوئے ہیں بینا نے مظہر کے، تم کہیں اور سے دھلوا لو۔'' شہلا بھابھی ڈھیر میرے کمرے میں پھینک کر جاتے ہوئے بتا گئیں۔

میں سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گیا۔

''کیا کروں۔''

''ابو جی کا کہا مانا ہوتا تو کم از کم آج یہ ڈھیر تو دھلا ہوتا۔'' میرے اندر سے کوئی بولا۔

''ہاں اور میرے ساتھ آج وہ بھی ذلیل ہو رہی ہوتی بلکہ مجھے ان چاروں کے ساتھ مل کر ذلیل کرتی۔ اچھا ہی ہوا جو میں نے ہامی نہیں بھری۔'' میں کرسی سے اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔

شہلا بھابھی ساڑھی اور سبز بلاؤز میں اظہر بھائی کے ساتھ کہیں جا رہی تھیں بینا بھابھی اور مظہر بھائی پہلے ہی کسی دوست کی شادی میں جا چکے تھے اور رات بارہ ایک بجے سے پہلے ان کی واپسی ممکن نہ تھی۔

اور پھر رات دس بجے تک جب چاروں میں سے کوئی نہ لوٹا تو مجھے مجبور ہو کر کچن کا رخ کرنا پڑا خالی کچن میرا منہ چڑا رہا تھا حتیٰ کہ فریج بھی بالکل خالی تھا سوائے پانی کی بوتلوں کے دودھ بھی کہیں نہیں تھا نہ کوئی انڈہ نہ ڈبل روٹی۔ ابو جی کی زندگی میں اس فریج اور فریزر میں چیزیں رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

اور آج۔ ایسا لگ رہا تھا یہ صفائی جان بوجھ کر کی گئی ہے ورنہ دوپہر جب میں فریج سے پانی کی باٹل لینے آیا تھا تو درجن بھر انڈے پڑے تھے انہیں کوئی جن تو کھا نہیں گئے تھے۔ میں نے فریز کی تلاشی لی تو ایک کونے میں برف میں سکڑا سمٹا ایک سیب پڑا تھا میں نے اسے اٹھایا اور پانی کی بوتل لے کر کمرے میں آ گیا۔

اور پھر رات کے ایک بجے اظہر بھائی اور شہلا بھابھی آئے اور ان کے آدھ گھنٹہ بعد بینا بھابھی اور مظہر بھائی۔ ابو جی کی ڈیوٹی اب میرے ذمے تھی ہاں جو کچھ نہیں کرتے وہ پھر چوکیدار ہی کرتے ہیں اور چاروں میں سے کسی نے بھی نہ پوچھا کہ ''عمر تم نے کچھ کھایا؟''

زندگی از حد تلخ ہو چلی تھی۔ مہروز اینڈ برادز میڈیسن کی پرائیویٹ کمپنی تھی اس کا ایڈ اخبار میں آیا تھا میں انٹرویو دے کر باہر نکلا تو پیدل ہی گھر کی طرف چل پڑا جتنا ابو جی مجھے گھر میں رکھنا چاہتے تھے میں اتنا ہی وہاں سے بھاگتا تھا اور اب جتنا گھر مجھ سے گریزاں تھا وہاں جانا میرے لیے اتنا ہی ضروری تھا۔ باہر کی دنیا بھی تنگ ہو گئی تھی اور گھر کی بھی، یونہی سوچوں میں غلطاں چلا جا رہا تھا پتا نہیں کون سا موڑ مڑا اور چونک اٹھا۔

''ارے یہ تو سعدیہ پھوپھو والی سڑک آ گئی۔'' صرف چند قدموں کے فاصلے پر ان کا گھر تھا۔ ابو جی کے چالیسویں کے بعد وہ صرف ایک بار ہمارے گھر آئی تھیں اسی طرح مجھے لپٹا لپٹا کر پیار کیا تھا اور شاید پہلی بار مجھے ان کے پیار سے خوشامد کی بو نہیں آئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود میرے دل نے کبھی ان سے ملنے کی خواہش بھی ظاہر نہیں کی تھی۔

آج یونہی ادھر آ نکلا تو سوچا ان سے ملتا چلوں۔ گیٹ کھلا پڑا تھا میں اندر بڑھتا چلا گیا۔ پھوپھو کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اندر سے ان کی باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔

''امی بس کہیں عاقب کی داخلہ فیس کا انتظام ہو جائے پھر انشاء اللہ ساری پریشانی ختم ہو جائے گی عاقب کے یہ چند ماہ ہی تو ہیں۔'' یہ عائزہ کی آواز تھی۔

''ہاں اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ لیکن رقم کا بندوبست کہاں سے ہو۔'' پھوپھو کی پریشان آواز تھی۔

''عاقب کہہ تو رہا تھا کہ ایک دو دوستوں سے کہہ رکھا ہے شاید کچھ انتظام ہو جائے ویسے میں نے اپنی پرنسپل صاحبہ سے بھی بات کی تھی وہ کہہ تو رہی تھیں کہ کوشش کریں گی۔ اگر اس بار عمران اور فائزہ کی داخلہ فیس کا بھی ساتھ ہی چکر نہ پڑتا تو اتنی مشکل نہ ہوتی۔''

''میں سوچ رہی تھی کہ اوپر کے کرائے دار ہاشمی صاحب سے کہتی ہوں کہ ایک مہینے کا کرایہ

ایڈوانس دے دیں تو۔'' پھوپھو نے اوپر کا پورشن کرائے پر دے رکھا ہے میں نے کچھ حیرت سے سوچا۔

''ہاں ایک بار ابو جی نے ذکر تو کیا تھا میں نے غور نہیں کیا۔''

''وہ نہیں دیں گے مجھے پتا ہے ان کے اپنے اتنے بکھیڑے ہیں انہوں نے جواب دے دینا ہے آپ ان سے بات نہ کیجئے گا۔'' عائزہ بولی۔ ''اگر کچھ نہ ہو سکا تو میں یہ ٹاپس بیچ دوں گی۔''

''نہ بیٹا ایسا نہ کہو تمہیں پتا ہے تمہارے ماموں نے کتنے شوق سے تمہیں پاس ہونے پر گفٹ کیے تھے۔'' پھوپھو جیسے تڑپ کر بولیں۔

''امی ایسی چیزیں ضرورت کے لیے ہی تو ہوتی ہیں میں کونسا اپنی خوشی سے بیچوں گی۔ ماموں جی کا دیا ہوا ایک ایک گفٹ میرے پاس محفوظ ہے مگر یہ ضرورت زیادہ اہم ہے۔'' اس کا لہجہ افسردہ سا ہو گیا۔

''ضرورتیں تو بیٹا سبھی اہم ہوتی ہیں اس وقت جب گھر بنایا تھا میں نے سارا زیور بیچ دیا کتنا عرصہ آرٹیفشل چوڑیاں پہنتی رہی ہماری بھابھی بندے کو سونے کے حساب سے ڈیل کیا کرتی تھیں اگر اس وقت انہیں پتا چل جاتا کہ میں نے سارا زیور بیچ دیا ہے بلکہ ڈیڑھ لاکھ کے مقروض بھی ہو گئے ہیں تو انہوں نے مجھے اپنے گھر میں ایک دن بھی ٹکنے نہیں دینا تھا۔

امیری غریبی اچھے برے دن انسان کے اپنے بس میں نہیں لیکن بانو بھابھی کا مزاج ذرا دوسرا تھا۔ انہیں غریبی۔ خیر چھوڑو اللہ انہیں جنت نصیب کرے اور میرے بھائی کو بھی۔ ان کا احساس کرنا ہی بڑی بات تھی اور تمہارے ابو کو ڈیڑھ لاکھ کا قرض چکاتے چکاتے یہ دن آ گئے خدا کا شکر ہے قرض تو چکتا ہوا اور بھابھی مرحومہ یہی سمجھتی رہیں کہ میں نے بھائی جان سے پیسے لیے ہیں بھائی تو خود ان دنوں بہت پریشان تھے ایک ڈاکے میں پکڑی جانے والی لاکھوں کی رقم ادھر ادھر ہو گئی تھی اس کی انکوائری ان دنوں ہو رہی تھی بعد میں لاکھ انہیں اپنی جیب سے سرکاری خزانے میں جمع کرانے پڑے اور بھابھی نے اس کا الزام بھی مجھ پر لگایا کہ میں نے ان سے یہ دو لاکھ اینٹھے ہیں آتے آتے انہوں نے کہہ دیا تھا کہ جتنا بھائی کو کھا لیا ہے نا بس اتنا ہی غنیمت سمجھنا آئندہ ادھر کا رخ کرنے سے پہلے اپنی عزت کو کہیں لپیٹ کر رکھ آنا کیونکہ تم نے میرے بچوں کا حق کھایا ہے اور میں اتنی احمق نہیں کہ محض شوہر کے ڈر سے تم جیسے غاصبوں کو پلنگ پر بٹھا کر تواضع کرتی رہوں۔

ان کے یہ الفاظ آج بھی مجھے یاد آتے ہیں تو دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے اور میں کوشش کے باوجود بھابھی کی زندگی میں انہیں اپنی طرف سے مطمئن نہ کر سکی اور نہ پھر دوبارہ..... ان کے گھر جانے کی ہمت کر سکی تمہارے ابو کی بے وقت موت نے مجھے سارے زمانے سے ڈرا دیا تھا بھائی آتے

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

جاتے رہتے تھے مجھے یہی بہت تھا۔'' پھوپھو رونے لگیں۔

اور باہر کھڑے میرے قدم جیسے من من کے ہو گئے۔

☆☆☆

اور پھر بالکل غیر متوقع طور پر مہروز اینڈ لیبارٹریز کی طرف سے مجھے اپائنمنٹ لیٹر مل گیا خوشی سے میرا جسم کانپنے لگا حالانکہ یہ کوئی ایسی اچھی آفر نہ تھی کہ بہت خوش ہوا جاتا لیکن پھر بھی میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا انہوں نے فی الحال دوسرے شہروں کے لیے مجھے میڈیسن ڈسٹریبوٹر کے طور پر اپائنٹ کیا تھا اسٹارٹ سیلری بھی اچھی تھی اور نیکسٹ بھی مہروز صاحب نے مجھے مزید چانسز کی امید دلائی تھی۔

اور میرے لیے تو فی الحال یہ بھی بہت تھا دوسرے دن سے میں نے جاب پر جانا شروع کر دیا جب رات کو کھانے پر میں نے بھائیوں اور بھابھیوں کو بتایا تو اظہر بھائی نے مبارکباد دی جبکہ مظہر بھائی خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔

''بس اسی جاب کے انتظار میں اتنے عرصے سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے یہ کون سی تم نے توپ چلائی ہے۔'' شہلا بھابھی نے حقارت سے کہا۔

''چلو بھابھی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے Something is better than nothing دیور جی کسی دھندے سے تو لگے چاہے پھیرے والے ہی سہی۔''

بینا بھابھی کے گھٹیا ریمارکس پر میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

''ابو جی آپ کچھ عرصہ انتظار کر لیتے صرف چار ماہ جاب تو مل ہی گئی۔ پھر میں آپ کا کہنا مان ہی لیتا۔'' کمرے میں آ کر میں ان کی تصویر سے مخاطب ہو کر بولا جو ان کے کمرے سے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

''کیا واقعی مان جاتے پھر تو اور بھی اکڑ جاتے۔'' ابو جی معنی خیز انداز میں مسکرائے جب سے ابو جی تصویر میں سمائے تھے وہ بہت مسکرانے لگے تھے انہوں نے مجھ پر ہر وقت خفا ہونا چھوڑ دیا تھا میں روتا وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھتے اور مجھے گلے لگا لیتے میں مایوس ہوتا تو ان کی مسکراہٹ مجھے جینے کا حوصلہ دینے لگتی یا شاید میرے تخیل نے انہیں اتنا خوب صورت گھڑ لیا تھا کہ ان کے تصور سے غصے اور جلال کا احساس ہی مٹ گیا تھا۔ ابو جی نے اپائنمنٹ لیٹر ملنے پر تصویر کے چوکھٹے سے نکل کر باقاعدہ مجھے گلے سے لگایا اور ماتھا چوما مگر اس کے باوجود ساری رات میں نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ گزاری۔

زندگی کیا ہے یہ زندگی۔ ہم گئے ہوؤں کی آواز آڈیو میں سن سکتے ہیں تصویروں میں انہیں مکمل وجود کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں مگر اپنی اس تشنگی کی تسلی نہیں کر سکتے جو زندہ وجود کرتا ہے۔ وجود کا لمس

اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ آگ کتنی ہی کیوں نہ بھڑک رہی ہو ساری دنیا کے سائنسدان مل کر اس کا درجہ حرارت بتاتے رہیں پھر یقین نہیں کریں گے جب تک اس آگ کو چھو نہیں لیں گے ہمیں اس کی حدت اس کی تپش کا اندازہ نہیں ہوگا۔

میں تصویر میں ان کے گلے سے بھی جا لگا لیکن حقیقت میں میرا اندران کے لمس کے لیے کر لاتا رہا اور رات بھر اس محرومی پر قطرہ قطرہ آنکھ سے گرتا رہا۔ وہ صبح کتنی روشن کتنی نئی نئی سی تھی جب میں نے جاب پر جاتے ہوئے اپنے وجود کو محسوس کیا اپنے ہونے کو محسوس کیا۔ پہلی بار محسوس ہوا کہ میرے قدم بھی مضبوطی سے زمین پر پڑے ہیں ناشتے کے دوران صاحباں کی بکواس پر ذرا دھیان نہ دیا۔ شہلا بھابھی کی تیکھے تیکھے طنز میں نے آرام سے چائے کے گھونٹوں کے ساتھ حلق سے نیچے اتار لیے۔

پھر روزگار کا چکر جو شروع ہوا تو میں جیسے خود بھی گھبرا اٹھا بے شک یہ تو مجھے پتا تھا کہ کمپنی کی پروڈکٹس انٹروڈیوس کرانے کے لیے آؤٹ آف اسٹیشن جانا پڑے گا۔ لیکن اتنا نہیں کہ میرے پیروں میں چکر ہی آ جائے گا صبح کہیں تو شام کہیں اس بھاگ دوڑ میں وقت کی رفتار کا اندازہ بھی نہیں ہو رہا تھا اور ایک لحاظ سے یہ اچھا ہی تھا کہ فراغت میں جو میں خود ترسی کا شکار ہو جاتا تھا اس سے نجات مل گئی۔

وہ دسمبر کی انتہائی سرد رات تھی جب میں سرگودھا سے رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے لاہور پہنچا۔ شام سے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے سارے راستے میں بھی دھند اور بادل رہے جیسے ہی گاڑی لاہور میں داخل ہوئی بارش شروع ہو گئی اور جب گاڑی نے مجھے گھر کے آگے ڈراپ کیا اس وقت تک بارش خاصی تیز ہو چکی تھی۔

''سر آپ بیل دے کر گاڑی میں آ جائیں جب تک گیٹ کھلے گا تو آپ اتر جائیے گا بارش خاصی تیز ہے۔'' تنویر نے مجھے آفر کی۔

''نہیں تم جاؤ۔ تم نے بھی تو کافی دور جانا ہے میں بیل دوں گا۔ ابھی گیٹ کھل جائے گا۔'' میں نے اسے تسلی دی اور بھیج دیا اور خود بیل بجانے لگا۔

رات کے تقریباً پونے ایک بجے گھر میں بیل کی آواز گونجی مگر کہیں حرکت نہ ہوئی میرے دانت مارے سردی کے بجنے لگے اوپر سے بارش تیز ہو گئی میں نے پھر بیل بجائی۔ مگر پانچ منٹ تک جب کوئی باہر نہ آیا تو میں نے بیل پر انگلی رکھ دی اور مجھے بے اختیار وہ رات یاد آ گئی جب میں رات ایک بجے فلم دیکھ کر آیا تھا اور ابو جی میرے انتظار میں ٹہل رہے تھے اور آج۔ ایک بارش آسمان سے برس رہی تھی دوسری میری آنکھوں سے برسنے لگی۔

پھر میں گھنٹی بجا بجا کر تھک گیا مگر کسی نے دروازہ نہ کھولا تقریباً آدھ گھنٹہ گزر گیا میرے

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

کپڑے بارش میں شرابور ہو گئے اور جسم تھر تھر کانپنے لگا آخر ہار کر میں نے ساتھ والے راجا صاحب کی بیل بجائی تیسرے بار بیل بجانے پر راجا صاحب نے میرا نام پوچھ کر گیٹ کھولا۔

مجھے اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ گئے میں شرمندہ ہو گیا۔

''وہ انکل میں دوسرے شہر سے باہر گیا ہوا تھا ابھی آیا ہوں کوئی گیٹ نہیں کھول رہا میرا خیال ہے سب گہری نیند سو رہے ہیں اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو ذرا فون کر کے کہہ دیں کہ گیٹ کھول دیں۔'' میں نے شرمسار لہجے میں کہا۔

''اچھا کر دیتا ہوں فون تم اندر تو آؤ کیسے بھیگ گئے ہو۔'' انہوں نے کہہ کر جلدی سے گیٹ بند کیا اور اندر کی طرف بڑھے پھر ان کے اصرار کے باوجود میں ان کے گھر نہ ٹھہرا انہوں نے فون کیا کافی دیر بعد اظہر بھائی نے فون اٹھایا اور تھوڑی دیر بعد گیٹ کھولا تو ان کے ماتھے پر ہزاروں بل پڑے تھے۔

''میرا خیال ہے کوئی چوکیدار رکھ لو کیونکہ ہم تو یہ ڈیوٹی نہیں نبھا سکتے کہ دن میں دفتروں میں کام کریں اور رات کو تمہاری چوکیداری کریں۔'' اندر جاتے جاتے وہ کتنی باتیں سنا گئے۔ میں خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میرے بار بار گیٹ پھاندنے کی وجہ سے ابو جی نے اپنی وفات سے تین چار ماہ پہلے ہی گیٹ کے ارد گرد کی دیواریں اونچی کرا دی تھیں اور گیٹ کا جنگلا اونچا کروالیا تھا ورنہ میں آج بھی وہی حربہ استعمال کرتا۔

کمرے میں آ کر میں نے نہا کر کپڑے بدلے تو بھوک چمک اٹھی کچھ دیر ہیٹر کے آگے ہاتھ سینکتا رہا پھر جب صبر نہ ہوا تو کچن کی طرف بڑھا۔

''چار انڈوں کا آملیٹ بنا لو میں بھی کھاؤں گا مجھے بھی بھوک لگ گئی ہے۔'' میں انڈہ توڑ رہا تھا جب ابو جی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو انڈہ میرے ہاتھ سے گر گیا اور فریج میں وہی اکلوتا انڈہ تھا جو گر گیا اور توڑ پھوڑ تو میرے اندر دور کہیں ہوئی تھی انڈے کے نقصان سے زیادہ ناقابل تلافی نقصان کا احساس کسی برچھی کی طرح مجھے کاٹ گیا تھا میں کچن کی لائٹ بند کر کے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔

☆☆☆

اور پھر صبح حسب توقع مجھے تیز بخار ہو چکا تھا کتنی دیر تک یونہی لیٹا رہا مظہر بھائی نے آفس جاتے جاتے دروازہ کھول کر مجھے آواز دی۔ ''عمر اٹھ جاؤ تم نے جانا نہیں ہے۔'' اس کے بعد کوئی نہ آیا۔

یہ بات جانتا تھا مگر پھر بھی یونہی انتظار سا تھا۔

آخر ہار کر دس بجے میں نے صاحباں کو آوازیں دیں اور خلاف معمول اس نے سن بھی لیں اور ویسے بھی وہ آج کل میری بات کچھ سننے لگتی تھی اسے کچھ امید، جو بندھ گئی تھی پھر میں نے فون کمرے

میں منگوا کر ڈاکٹر ریاض کو فون کیا وہ کلینک کے لیے نکلنے والے تھے میرا فون سن کر آ گئے انہوں نے ٹمپریچر چیک کیا اور دوائیں لکھ دیں میں نے کہا۔ ''ڈاکٹر صاحب یہاں تو کوئی نہیں ہے دوائیں کہاں سے منگواؤں۔'' کہنے لگے ''اچھا میں اپنے نوکر کے ہاتھ بھجوا دیتا ہوں۔''

پھر صاحباں نے مجھے دودھ گرم کر کے دیا اور میڈیسن آنے پر میں نے دوائی کھائی اور منہ سر لپیٹ کر سو گیا۔

اگلے دن چھٹی تھی میرا بخار اتر چکا تھا پورا دن اور رات آرام کرنے کی وجہ سے آنکھ منہ اندھیرے ہی کھل گئی۔

''عمر، عمر بیٹا اٹھ کر نماز پڑھ لو ٹائم نکلا جا رہا ہے۔'' میں نیم غنودگی میں تھا جب ابو جی کی آواز میرے کان میں پڑی میری آنکھ کھل گئی کچھ دیر میں اس آواز کو محسوس کرتا رہا اور پھر اٹھ بیٹھا وضو کر کے نماز پڑھی۔ باہر دھند کا سینہ چیر کر ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ میں نے سویٹر اوپر جیکٹ پہنی ابو جی کی گرم شال اوڑھی اور باہر آ گیا گیٹ کھول کر باہر سے تالا لگایا اور آگے بڑھ گیا۔

اگرچہ بخار اگلے روز اتر گیا تھا مگر ایک دن کے بخار نے اچھی خاصی کمزور کر دی تھی چلتے چلتے میں قبرستان جا پہنچا پرسوں کی بارش سے قبروں کی مٹی ابھی تک گیلی تھی میں نے امی اور ابو کی قبروں پر فاتحہ پڑھی اور گورکن کو بلا کر قبروں کی لپائی کے لیے پیسے دیے اور افسردہ دل لے باہر آ گیا سڑک پر ٹریفک شروع ہو چکی تھی۔

نعمتیں جب چھن جاتی ہیں تو ہمیں کیسے اندر سے خالی کر جاتی ہیں میں سر جھکائے چلتا رہا اور خود بخود میرے قدم سعدیہ پھوپھو کے گیٹ کے آگے جا کر رک گئے۔ میں نے بیل بجائی تو دروازہ عائزہ نے کھولا مجھے دیکھ کر حیران سی رہ گئی۔

''پھوپھو کہاں ہیں۔'' میں نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

''اندر کچن میں۔'' کہہ کر وہ دوسری طرف نکل گئی۔

پھوپھو کچن میں ناشتا بنا رہی تھیں مجھے دیکھ کر نہال ہو گئیں کتنی دیر مجھے اپنے ساتھ لپٹائے کھڑی رہیں میں نے الگ ہونا چاہا تو انہوں نے پھر سے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا اور کچھ دیر بعد وہ پیچھے ہٹیں تو ان کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

''پھوپھو آپ رو کیوں رہی ہیں۔'' میں نے انہیں بازوؤں سے پکڑ کر کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''یونہی بیٹا۔ آج تم اس طرح آئے تو بہت اچھا لگا۔ بھائی جان کی یاد آ گئی وہ اسی طرح صبح

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

صبح آ جایا کرتے تھے اور تمہارے وجود سے ان کی خوشبو آ رہی تھی اس لیے۔'' وہ بولیں۔ میں بھی ان کے برابر بیٹھ گیا وہ کتنی دیر چپ چاپ آنسو بہاتی رہیں میں انہیں کچھ دیر روتے دیکھتا رہا پھر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''پھوپھو نہ روئیں ابو جی کو تکلیف ہوگی۔'' میں صرف یہی کہہ سکا۔

''ہاں بیٹا تم صحیح کہتے ہو۔'' انہوں نے آنسو صاف کیے۔

''اور گھر میں سب ٹھیک تھے۔ اظہر، مظہر شہلا اور بینا۔'' انہوں نے موضوع بدلا۔

''جی ٹھیک ہیں سب یہ عاقب کہاں ہے۔''

''وہ اپنے آفس کی طرف سے ایک ہفتے کے لیے کراچی گیا ہوا ہے۔''

''عاقب کو جاب مل گئی۔'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں اللہ کا شکر ہے اتنی اچھی تو نہیں مگر پھر بھی خدا نے سن لی دو ماہ ہو گئے اب تو۔ ناشتا تو کرو گے۔ انہوں نے محبت سے پوچھا تو میں، نہ، نہ کہہ سکا۔

''جی پھوپھو۔'' تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''امی! آپ بیٹھیں آپ کی طبیعت اچھی نہیں میں بنا لیتی ہوں ناشتا۔'' عائزہ اندر آ کر بولی۔

''نہیں، میں ٹھیک ہوں میرا بیٹا اتنی مدت کے بعد آیا ہے میں اس کے لیے خود ہی ناشتا بناؤں گی تم جا کر عمران اور فائزہ کو اٹھاؤ چھٹی کا یہ مطلب نہیں کہ پڑے سوتے رہیں۔'' پھوپھو نے کہا تو وہ مجھے یکسر نظر انداز کرتے ہوئے باہر نکل گئی۔

''عائزہ نے اسکول جانا چھوڑ دیا ہے۔'' میں نے اس کے جانے کے بعد پوچھا۔

''نہیں آج چھٹی ہے نا ویسے چھوڑ ہی دے گی اگلے مہینے تک۔'' پھوپھو نے پراٹھا توے پر ڈالا۔

''کیوں کوئی اور جاب مل گئی ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''نہیں بیٹا اب کیا ساری عمر نوکری ہی کرتے رہنا ہے۔'' انہوں نے آملیٹ کے لیے پیاز کاٹتے ہوئے کہا۔

''تو پھر۔''

''پھر کیا۔'' وہ چپ ہو گئیں۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے ٹرے میں ناشتا میرے آگے رکھ دیا۔ پراٹھے کے ساتھ آملیٹ اور

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

گاجریں گوشت تھا میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

''اس روز تم بھائی جان کے ساتھ آئے تھے آخری بار اس دن رات کو گاجریں گوشت پکا ہوا تھا مجھے یاد ہے۔'' پھوپھو نے میرے سانس بھرنے پر کہا۔

''جی۔''

''چلو کھاؤ نا۔'' میرے ایسے ہی بیٹھے رہنے پر انہوں نے کہا۔

''آپ بھی لیں نا۔''

''نہیں تم کھاؤ مجھے تو ڈاکٹر نے چکنائی سے منع کیا ہے ابھی عائزہ آتی ہے تو مجھے پھلکا بنا دے گی۔'' میں خاموشی سے کھانے لگا۔

میں ناشتا کر کے فارغ ہوا تو انہوں نے برتن اٹھا لیے۔

''اور تمہاری نوکری کیسی جا رہی ہے مجھے عاقب نے بتایا تھا۔''

''جی بس ٹھیک ہے۔''

''چلو اللہ کا شکر ہے مصروف تو ہوئے چائے پیو گے نا۔''

انہوں نے چائے کا پانی چولہے پر رکھا۔

''عائزہ کے لیے ایک بڑا اچھا پروپوزل آیا ہوا ہے بھائی جان ہوتے تو میں ان سے مشورہ کر لیتی۔ عاقب نے چھان بین تو کی ہے لیکن پتا نہیں کیوں دل نہیں مان رہا عاقب آخر بچہ ہی ہو تو ہے، خیر لڑکا اچھا ہے بینک میں ملازم ہے چار بہن بھائی ہیں ایک بہن اور بھائی شادی شدہ ہیں اچھے لوگ ہیں کافی اصرار کر رہے ہیں میں سوچ رہی ہوں اگلے جمعہ کو ہاں کر دوں آخر کہیں نہ کہیں تو کرنا ہی ہے جب وہ اتنی چاہت کر رہے ہیں تو۔''

انہوں نے گہرا سانس لیا۔

''عائزہ نہیں مان رہی کہتی ہے ابھی تو عاقب کو سیٹ ہونے دوں پھر دیکھی جائے گی لیکن میں کہتی ہوں عاقب تو سیٹ ہوتا ہی رہے گا اچھے رشتے بار بار نہیں آتے اور نعمتوں کو ٹھکرانا نہیں چاہیے بس اسی وجہ سے کچھ دیر ہو رہی ہے ورنہ جتنا وہ لوگ اصرار کر رہے ہیں میں شاید آج ہی ہاں کر دیتی۔'' اور میں گم صم بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

''اچھا پھوپھو میں چلتا ہوں۔'' میں ایک دم سے کھڑا ہو گیا۔

''کیا، کیا ہوا عمر بیٹا۔ چائے تیار ہے تم بیٹھو تو۔'' وہ بوکھلا سی گئیں۔

''نہیں پھر پی لوں گا چائے اس وقت مجھے ایک کام یاد آ گیا ہے خدا حافظ۔''

میں جلدی جلدی سے باہر نکل گیا دروازے سے عائزہ اندر داخل ہو رہی تھی میرا کندھا اتنی زور سے اسے لگا کہ وہ دروازے کی چوکھٹ سے جا لگی۔

'توبہ ہے دیکھ کر نہیں چلتے سر پھاڑنا تھا میرا کیا۔'' وہ بدلحاظی سے اونچی آواز میں بولی۔

''سوری۔ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔'' میں نے گہری نظروں سے اسے دیکھا اور تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

جب میں گھر میں داخل ہوا تو وہ چاروں ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔

''آؤ آؤ عمر کہاں چلے گئے تھے ناشتا کر لو۔'' بینا بھابھی مجھے دیکھتے ہی خلاف توقع انتہائی گرمجوشی میں بولیں۔

میں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیا لو گے جیم سلائس پر لگا دوں یا آملیٹ کے ساتھ۔'' وہ بہت خوش لگ رہی تھیں۔

''تھینک یو میں نے ناشتا کر لیا ہے باہر ایک دوست مل گیا تھا اس کے ساتھ۔''

''اچھا چائے تو پیو گے۔'' آج وہ پوری طرح نہال تھیں۔

''جی وہ دے دیں۔'' جبکہ باقی تینوں ناشتے میں مگن تھے۔

''کیا بات ہے بھابھی آپ بہت خوش ہیں۔'' مجھ سے رہا نہ گیا تو پوچھ ہی لیا۔

''ہاں بات ہی خوشی کی ہے۔'' ان سے بھی خوشی سنبھالی نہیں جا رہی تھی جھٹ بولیں شہلا بھابھی نے فرائی انڈے کو کانٹے میں الجھاتے ہوئے ایک نظر بینا بھابھی کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔

وہ تمہارے بھائی کو آفس کی طرف سے ڈنمارک بھیجا جا رہا ہے ڈیپوٹیشن پر۔ چار سال کے لیے، اگلے ماہ جانا ہے فیملی کے ساتھ۔ ہے نا خوشی کی بات۔'' وہ جلدی جلدی بولیں۔

''بالکل۔'' میں نے چائے کا سپ لیا۔

''اور اب ہم سوچ رہے ہیں کہ اس گھر کا کیا کیا جائے۔'' ان کی بات پر سب نے انہیں حیران ہو کر دیکھا۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

''کیوں ہم مر گئے ہیں جو تمہارے جاتے ہی یہ گھر ویران ہو جائے گا۔'' شہلا بھابھی تلخی سے بولیں۔

''خدا آپ کو سلامت رکھے میں یہ اس لیے کہہ رہی ہوں دیکھیں نا وہاں جا کر ہمیں پیسے کی ضرورت ہو گی اور صاف بات ہے ہمارا جو اس گھر میں حصہ بنتا ہے وہ ہمارے حوالے کر دیں۔ اتنی سی بات ہے۔'' ان کی بات سب کے لیے حیران کن تھی۔

''کیا کہہ رہی ہو تم بینا۔'' اظہر بھائی نے کہا۔

''کیوں اس میں حیرانگی والی کون سی بات ہے ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی ہے۔'' وہ سنگدلی سے بولیں۔

''نہیں یہ نہیں ہو سکتا یہ ہمارے والدین کی نشانی ہے اور ہم اسے بیچ دیں۔''

''اظہر بھائی کی بات بینا بھابھی کی بات سے بھی زیادہ حیران کن تھی۔ ''مظہر تم کچھ نہیں بولتے۔'' وہ مظہر بھائی سے بولے۔

''اس میں حرج ہی کیا ہے بھائی۔ آخر لوگ ساری زندگی تو کھنڈرات کو سینے سے لگا کر نہیں بیٹھتے نا۔'' لگتا تھا دونوں میاں بیوی میں سارا معاملہ طے ہو چکا تھا۔

''میں تو اس کے حق میں نہیں ہوں۔'' اظہر بھائی نے مجھے دیکھا جیسے مجھے رائے دینے کو کہہ رہے ہوں میں چپ رہا۔

''میرا تو خیال ہے بینا کا آئیڈیا اچھا ہے گھر بیچ کر تینوں برابر برابر رقم تقسیم کر لیتے ہیں جس کا جو جی چاہے وہ کرے۔'' شہلا بھابھی بولیں۔

''نہیں اس بات کے لیے میں بالکل متفق نہیں ہوں۔'' اظہر بھائی نے سب کو دیکھا۔ ''پھر آپ ہمیں گھر کی قیمت لگوا کر رقم دے دیں ابھی جانے میں ایک مہینہ باقی ہے۔'' بینا بھابھی بولیں۔

''ٹھیک ہے ایسا کر لیتا ہوں۔'' اظہر بھائی فوراً مان گئے۔

''ٹھیک ہے پھر، ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔'' بینا بھابھی اٹھ کھڑی ہوئی کچھ دیر بعد میں ابھی اٹھ گیا۔

''عائزہ کا بڑا اچھا پروپوزل آیا ہوا ہے۔ میں آج ہی ہاں کر دیتی۔'' میں کمرے میں آ کر ابو جی کی تصویر کے سامنے بیٹھ گیا۔

''میرا خیال ہے تمہارے لیے عائزہ مناسب رہے گی اور یہ میری خواہش بھی ہے۔'' ابو جی مسکرائے۔''

''ماموں جی عمر بھائی اسٹور میں چھپے ہوئے ہیں۔'' میری پیٹھ پر کانٹے اگ آئے۔

''ہم یہ گھر بیچ دیتے ہیں تین برابر حصے رقم کے کر لیتے ہیں۔''

''ارے بڑی بدنصیب ہوتی ہے وہ اولاد جو ماں باپ کی نشانیوں کا بٹوارہ کرتی ہے اپنی جڑوں کو بیچنے والوں کو پھر کوئی زمین پناہ نہیں دیتی۔'' ابو جی ایک بازا پنے دوست سلطان سے کہہ رہے تھے جن کے بھتیجوں نے ان کی بھائی کے مرتے ہی گھر اور فیکٹری بیچ کر رقم برابر بانٹ لی تھی میں وہیں بیٹھا تھا۔

''آخر اس میں حرج ہی کیا ہے ایک نہ ایک دن تو ہونا ہی ہے۔''

''آخر اس میں حرج ہی کیا ہے ایک نہ ایک دن تو تمہیں شادی کرنا ہی ہے۔'' ابو جی پھر مسکرائے۔

''ہاں واقعی اس میں حرج ہی کیا ہے۔ پھوپھو کا کردار کلیئر ہو چکا ہے کبھی کبھی خواتین کی گھریلو، سیاست بچوں کے ذہنوں کو پراگندہ کر دیتی ہے ذرا سی رقابت ذرا سا حسد، ذرا سا بغض نسلوں کے ذہنوں میں زہر گھول جاتا ہے اور ہمیں اکثر اس کا احساس ہی نہیں ہو پاتا۔'' میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہاں عائزہ ٹھیک ہے اور پھوپھو ہماری چاپلوسی کیوں کرنے لگیں انہیں کون سا جائیداد کا لالچ تھا یا ہم کوئی بہت اونچی شے تھے جسے ہتھیانے کے چکر میں تھیں وہ بس کبھی کبھی ہم محبت کو اوور اسٹیمیٹ کر جاتے ہیں بس ذرا سی اندازے کی غلطی!

ہاں ابو جی ٹھیک کہتے ہیں آخر اس میں حرج ہی کیا ہے اچھا ہی ہوا ابو جی آخری رات گھر نہیں آئے میں نے یقیناً انکار کر دینا تھا ان کا وقت تو وہی لکھا تھا البتہ پھر میں ان کی موت کا ذمہ دار ہوتا۔ اب جو میں خود سے یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ آ جاتے مجھے موقع دیتے تو میں یقیناً مان جاتا یہ جھوٹ ہے وہ جاتے جاتے بھی میرا بھرم رکھ گئے تھینک یو ابو جی۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کی تصویر کو چوم لیا۔

میں اظہر بھائی کے کمرے کی طرف بڑھا کہ انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کروں۔

''وہ چلے جائیں ڈنمارک اور ہم یہاں پڑے سڑتے رہیں۔'' شہلا بھابھی کا لہجہ آگ اگل رہا تھا۔

''تو تم بھی چلی جاؤ ان کے ساتھ۔'' اظہر بھائی نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''آپ انہیں کہاں سے دیں گے رقم۔'' وہ تنک کر بولیں۔

''اتنا اکاؤنٹ تو ہے میرا اور جو کمی ہوگی وہ تم بیلنس کر دینا۔'' وہ آرام سے بولے۔

''اور وہ پیراسائیٹ (طفیلیا) وہ پیراسائیٹ کیوں ہونے لگا۔ برسر روزگار ہے۔'' اظہر بھائی بولے۔

''برسر روزگار، ہونہہ چند ہزار کی نوکری اور گھر مفت میں مل جائے اسے اور ساری زندگی کا سر درد وہ ہمارے لیے رہے۔'' ان کا لہجہ ہنوز زہر آلود تھا۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو کھل کر کہو۔'' اظہر بھائی تنگ آ کر بولے۔

''ٹھیک ہے اگر مظہر کو رقم دینی ہے تو دیں اور گھر بیچ دیں۔''

''میں گھر نہیں بکنے دوں گا۔'' وہ غصے سے بولے۔

''تو پھر گھر کے تین حصے نہیں کریں گے اس گھر کے تقریباً تین چوتھائی حصے میں دیوار کر دیں اور باقی کا حصہ عمر کو دیں۔ جتنا مظہر کے حصے کی رقم دینے کے بعد اس کا حصہ بنتا ہے اتنے کی ملکیت اسے دیں۔'' شہلا بھابھی کے والد سیاست میں تھے بیٹی ان کی جانشینی کے لائق تھی۔

''کیا کہہ رہی ہو تم۔'' اظہر بھائی الجھ کر بولے۔

''میں نے صاف صاف بتا دیا ہے اگر یہ نہیں کرنا تو گھر بیچ دیں ہم کہیں اور خرید لیں گے مگر میں ایک پائی کی قربانی نہیں دوں گی۔ یا تو عمر مظہر کی رقم میں حصہ ڈالے یا پھر اپنے حصے میں سے آدھے کی قربانی دے۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولیں۔

''ویسے کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔ میرا خیال ہے یہی صحیح ہے مگر یہ بات عمر سے تم کرنا۔'' اظہر بھائی بھلا مجھ سے کیوں گریزاں تھے میں حیران ہوا میرے لیے تو یہی خوشی کیا کم تھی کہ گھر فروخت ہونے سے بچ جائے گا چاہے مجھے اس کی چار اینٹیں ہی کیوں نہ ملیں ابو جی کے نام کی تختی تو لگی رہے گی نا شہلا بھابھی کی تجویز سے میں پوری طرح متفق تھا اس لیے خوشی خوشی باہر نکل آیا۔

☆☆☆

میں نے ڈور بیل بجائی تو تھوڑی دیر بعد عائزہ نے دروازہ کھولا تو مجھے دیکھ کر حیران ہوئی مگر مجھے راستہ دینے کی بجائے دروازے کے آگے کھڑی رہی۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

''تم کب سے چوکیدار ہو گھر کی، جب اور جس وقت بھی آ کر بیل بجاؤ تم فرشتے کی طرح آموجود ہوتی ہو۔'' میں نے کچھ بیزاری سے کہا حالانکہ میرے لب مسکرا رہے تھے۔

''جی صبح سے دو بار گیٹ میں نے ہی کھولا ہے اور دونوں بار کھولنے پر افسوس ہوا کہ کیوں کھولا۔'' وہ کون سا ادھار رکھنے والی تھی۔

''اب راستہ تو دو کیا دیوار بن کر کھڑی ہو گئی ہو۔'' میں نے جھلا کر کہا۔

''گھر میں کوئی نہیں ہے۔'' وہ اسی طرح کھڑی رہی۔

''تم بھی نہیں ہو۔''

''میں ہوں اسی لیے آپ کو آنے کی اجازت نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''پھوپھو کہاں ہیں۔''

وہ سامنے والوں کے گھر میں میلاد تھا فائزہ کے ساتھ ادھر گئی ہیں عمران کرکٹ کھیلنے گیا ہے۔''

''اچھی بات ہے بہر حال مجھے تم سے ہی ضروری بات کرنی تھی اور میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گا جو یوں تن کر کھڑی ہو راستہ دو۔'' وہ اسی طرح کھڑی رہی۔

''عائزہ یہ میری پھوپھو کا گھر بھی ہے اور میرا خیال ہے اتنے میرز تو تمہیں آتے ہی ہیں۔'' وہ تھوڑا دوسری طرف کھسک گئی۔

''خیر ویسے تو آپ مجھے ہضم نہیں کر سکیں گے لیکن بات اصول کی ہے۔'' وہ مجھے جتا کر بولی میں نے اسے جواب نہ دیا اور اندر جا کر لاؤنج میں بیٹھ گیا وہ دروازے تک آئی۔

''چائے بناؤں آپ کے لیے۔'' اس نے خشک لہجے میں پوچھا۔

''نہیں پھوپھو آئیں گی تو پھر پیوں گا تم ذرا ادھر آ کر بیٹھو۔'' میں نے دروازے کے پاس پڑی کرسی پر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ایک نظر مجھے دیکھ کر بیٹھ گئی۔

''سنا ہے آج کل تمہارے بڑے پروپوزلز آ رہے ہیں۔'' میری بات پر اس نے تنگ کر مجھے دیکھا۔

''پھر۔''

''پھر کیا انہیں اونگے بونگے پروپوزلز میں اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو اس ناچیز کو بھی شامل کر لو۔'' میں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

''میں ادھر ہوں اس صوفے پر۔'' تم مجھے کدھر تلاش کر رہی ہو۔''

''میں ناچیز کو ڈھونڈ رہی تھی کیونکہ آپ تو بڑی چیز ہیں۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولی۔'' ویسے آج سورج کدھر سے نکلا ہے ایک تو آپ کا زمین پر ظہور اور پھر یوں زمین سے مخاطب ہونا اچنبھے کی بات ہے۔'' اس نے طنز کیا۔

''تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔''

''جو آپ ہیں۔''

''جو تم مجھے سمجھتی ہو میں وہ نہیں ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''اور مجھے دوہرے چہرے والوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔

''میرے چہرے دوہرے نہیں ہیں تمہاری سوچ کا انداز میرے بارے میں صحیح نہیں ہے۔''

''آپ کو کیسے پتا چلا کہ میری سوچ کا انداز صحیح نہیں ہے۔'' اس نے الٹا مجھ سے سوال کیا۔

''تمہارے رویے سے۔''

''اور آپ کا رویہ۔ کبھی آپ نے غور کیا ہے اپنے رویے پر۔'' اس نے مجھے جتایا۔

''غور کیا ہے تو آیا ہوں۔'' میں کچھ دیر بعد بولا۔

''صرف غور کیا ہے یا سوچ سمجھ کر آئے ہیں۔''

''غور سوچ سمجھ کر ہی کیا جاتا ہے۔'' میں چڑ کر بولا۔'' میں بھی خوب سوچ سمجھ کر آیا ہوں۔'' وہ چپ ہو گئی۔

''اب بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے۔'' میں نے پھر سے پوچھا۔

''میں اپنے خیالات ہر کسی کو نہیں بتایا کرتی۔''

''میں ہر کسی نہیں ہوں۔'' میں نے زور دے کر کہا۔

''اپنے لیے نہیں ہوں گے میرے لیے تو ہر کسی ہی ہیں۔'' وہ کون سا ہارنے والوں میں سے تھی۔

''یہ دروازہ کھلا کیوں چھوڑ رکھا ہے۔'' پھوپھو کی آواز باہر صحن سے آئی۔

''پھر تم نے جواب نہیں دیا۔'' اس کے اٹھنے پر میں نے بے صبری سے پوچھا اس نے ذرا غور سے میری شکل دیکھی۔

''میرا تو خیال ہے میں نے جواب دے دیا ہے۔'' وہ جانے کو مڑی۔

''کیا، کیا جواب دیا۔'' میری بات بیچ ہی میں رہ گئی۔

''ارے عمر بیٹا تم۔'' پھوپھو مجھے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

''سلام پھوپھو۔'' میں نے کچھ بے دلی سے سلام جھاڑا وہ باہر بھاگ گئی تھی۔

''بیٹھو میں ذرا سامنے گئی تھی پڑھتے پڑھتے طبیعت کچھ خراب ہوگئی تو میں فائزہ کو بٹھا کر آ گئی۔ تم کب آئے۔'' وہ میرے پاس ہی آ کر بیٹھ گئیں۔

''میں بس ابھی تین چار منٹ ہوئے۔''

''کچھ کھایا پیا تم نے۔''

''ارے نہیں پھوپھو ابھی تو صبح کا پراٹھا ہضم نہیں ہوا۔'' میں جلدی سے بولا۔

''اور سب ٹھیک ہے گھر میں۔'' انہیں مجھے دوبارہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی۔

''جی۔'' وہ خاموش ہوگئیں۔

''پھوپھو آپ سے ایک بات کرنی تھی۔'' میں نے کچھ دیر بعد ہچکچا کر کہا۔

''ہاں کہو۔'' انہوں نے محبت سے مجھے دیکھا۔

''اگر ابو جی زندہ ہوتے تو وہ خود یہ بات کرتے لیکن اب.....'' میں نے انگلیاں آپس میں پھنسائیں۔

''بیٹا تم بھی مجھے بھائی جان سے کم عزیز نہیں ہو جو کہو گے میں توجہ سے سنوں گی۔'' ان کا اتنا کہنا ہی کافی تھا۔

''پھوپھو ابو جی نے اپنی وفات سے تقریباً ایک مہینہ بھر پہلے مجھ سے کہا تھا کہ۔'' میں جھجک گیا وہ مجھے دیکھتی رہیں۔

''ہاں کیا کہا تھا انہوں نے۔'' جب میں کچھ دیر نہ بولا تو انہوں نے پوچھا۔

''انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں۔ عائزہ سے شادی کرلوں اس کے لیے میں راضی نہ تھا۔'' میں نے نظریں جھکا کر کہا وہ خاموش رہیں ''ایک تو ابھی مجھے نوکری نہیں ملی تھی دوسرے میں ایسا کچھ مناسب نہیں سمجھتا تھا شاید میں ابھی ذمہ داری سر پر نہیں لینا چاہتا تھا اس لیے انکار کر دیا انہوں نے مجھے سوچنے کو کچھ دن دیے اور آخری رات جب وہ گھر نہیں آئے میں نے انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرنا تھا

مگر قدرت نے انہیں مہلت نہ دی اور اس کے بعد تو بات کرنے کا فائدہ ہی نہیں تھا کہ مجھے تقریباً چار پانچ ماہ بعد نوکری ملی تھی۔ اس لیے آج صبح آپ نے بات کی تو میں نے اس بات پر بہت سوچا اور پھر فیصلہ کر کے آپ کے پاس آ گیا اب جو آپ کہیں۔'' میں نے اپنے فیصلے کی بات بیچ میں سے نکال کر سب کچھ بتا دیا۔

''ہوں۔'' کافی دیر بعد انہوں نے ہنکارا بھرا۔

''آخری رات جب وہ گھر نہیں گئے تھے ڈاکٹر کو چیک اپ کرانے کے بعد وہ ادھر آئے تھے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے رہے انہوں نے اس وقت مجھ سے تمہارے سلسلے میں عائزہ کے لیے بات کی تھی کہ ابھی تو تمہاری نوکری بھی نہیں لگی مگر اس کے باوجود فیصلہ کر چکے ہیں کہ دو چار ماہ میں اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے میں چپ رہی تو انہوں نے پوچھا کہ کیا یہ بات پسند نہیں آئی جو میں نے کہا بھائی جان آپ کی بات میرے لیے حرف آخر ہوتی ہے لیکن آپ کو عمر سے بھی پوچھنا چاہیے تھا تو انہوں نے کہا کہ اس کی تم فکر نہ کرو میں عمر سے بات کر چکا ہوں وہ راضی ہے تو میں نے بھی ہاں کہہ دی لیکن اگلے روز ان کی وفات کی خبر مل گئی پھر میں کوئی بھی بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی پھر میں نے کتنے ماہ تمہارا انتظار کیا کہ اگر بھائی جان تم سے بات کر چکے تھے اور تم راضی تھے تو پھر تم ضرور آؤ گے آخر تھک کر میں نے اس رشتے کے بارے سوچنا شروع کر دیا اور شاید دو چار روز میں اقرار کر ہی دیتی کہ بیٹیوں کی مائیں اتنا لمبا انتظار نہیں کر سکتیں۔'' ان کی بات اپنی جگہ بالکل درست تھی مجھے شرمندگی ہونے لگی ابو جی کو مجھ پر کتنا مان تھا۔ یہ تو اچانک صبح ادھر آنے کا خیال اگر میرے دل میں نہ آتا تو شاید پھر بہت دیر ہو جاتی پھوپھو ابو جی کو جھوٹا سمجھ بیٹھتیں اور آخری رات انہوں نے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ادھر ہی گزارا تھا۔ یہ معمہ بھی حل ہوگیا۔

''پھر اب آپ کیا کہتی ہیں۔'' میں کافی دیر بعد بولا۔

''میں نے کیا کہنا ہے بیٹا میں نے تو جو کہنا تھا بھائی جان سے کہہ چکی ہوں تم مجھے اس کائنات کے ہر رشتے سے زیادہ عزیز ہو تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔'' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگا لیا تو ان کی والہانہ محبت پر میری آنکھیں بھیگ گئیں۔

''تھینک یو پھوپھو میں تو ڈر رہا تھا شاید آپ خفا ہوں کیونکہ میں نے کبھی بھی آپ کی محبت کا جواب محبت سے نہیں دیا۔'' میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

''نہیں بیٹا بچے اکثر محبتوں کو صحیح طرح پہچان نہیں پاتے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ بڑے اپنے قدم پیچھے ہٹالیں یا ان کی نادانیوں کا جواب نفرت سے دیئے لگیں تم کل بھی مجھے عزیز تھے آج بھی ہو۔ ہر شخص کے محبت کرنے کا اپنا انداز ہوتا ہے کوئی فوراً سب کچھ جتا دیتا ہے اور کوئی برس ہا برس کی ریاضت کے بعد دلوں میں بڑا گہرا اثر پیدا کر دیتے ہیں۔''

''اور پھوپھو آپ نے عائزہ سے بات کی۔'' میں آخری پھانس بھی نکال لینا چاہتا تھا۔

''عائزہ سے میں نے اسی رات بھائی جان کے کہنے پر دوسرے کمرے میں جا کر پوچھا تھا اسے ہم دونوں کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں تھا اس نے سب کچھ مجھ پر چھوڑ رکھا تھا۔ اب اگر تم کہتے ہو تو دوبارہ پوچھ لیتی ہوں۔''

شاید اسی لیے وہ کہہ رہی تھی کہ وہ جواب دے چکی ہے۔ اسی وقت چائے کی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

''نہیں پھوپھو اس کی ضرورت نہیں کسی کو جتنا سر پر چڑھاؤ اس کا دماغ اتنا ہی عرش معلیٰ کو چھونے لگتا ہے۔'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا وہ جیسے سمجھ گئی ٹرے زور سے ٹیبل پر پٹخ کر باہر نکل گئی۔

اور مجھے یقین ہے آج ابو جی مجھ سے بہت خوش ہوں گے یہ میری زندگی کا پہلا فیصلہ تھا جو وہ کر تو چکے تھے مگر اقرار اور وہ بھی دل کی خوشی سے اقرار، انہوں نے مجھ سے کروایا اور اس رات کو جو افسوس آج بھی میرے دل میں ہے اب اس فیصلے کے بعد اس کا ملال بھی ختم ہو گیا ہے اور میرا خیال ہے آج بس مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی اور مجھے بھی ان سے کوئی گلہ نہیں رہا۔ اگر وہ مجھ سے ایسا سلوک نہ کرتے تو شاید میں بہت پہلے کسی راستے کی خاک بن کر فضاؤں میں منزلوں کی تلاش میں سرگرداں ہوتا۔

''تھینک ابو جی۔'' چائے کا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے بے اختیار میرے منہ سے نکلا تو پھوپھو نے چونک کر مجھے دیکھا تو میں خود ہنس پڑا۔

☆☆☆

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com